اردو ماہنامہ

سائنس

نئی دہلی

123

اپریل 2004

ISSN-0971-5711



Rs.15

اردو ماہنامہ

سائنس

نئی دہلی

123

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ

اسلامی فاؤنڈیشن برائے سائنس وماحولیات نیز

انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان

جلد نمبر (11) اپریل 2004 شمارہ نمبر (4)

ایڈیٹر : ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

ترتیب

قیمت فی شمارہ =/15 روپے

5 ریال (سعودی)

5 درہم (یو۔اے۔ای)

2 ڈالر (امریکی)

1 پاؤنڈ

زرسالانہ :

180 روپے (سادہ ڈاک سے)

360 روپے (بذریعہ رجسٹری)

برائے غیر ممالک

(ہوائی ڈاک سے)

60 ریال / درہم

24 ڈالر (امریکی)

12 پاؤنڈ

اعانت تاعمر

3000 روپے

350 ڈالر (امریکی)

200 پاؤنڈ

Phone : 3240-7788

Fax : (0091-11)2698-4366

E-mail : parvaiz@ndf.vsnl.net.in

خط وکتابت : 665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی۔110025

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زرسالانہ ختم ہوگیا ہے۔

سرورق: جاوید اشرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ تعلیم ہر قسم کے مسائل کا حل ہے۔ تاہم موجودہ دور کے نظامِ تعلیم نے جو افراد اور جو معاشرہ تیار کیا ہے اس نے مسائل حل کرنے کے بجائے پیدا زیادہ کیے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ تعلیم کا اس کے اصل مقصد سے ہٹنا ہے۔ آج لگ بھگ صد فی صد لوگ معاش کے حصول کی خاطر تعلیم حاصل کرتے ہیں لہٰذا تعلیم کا سارا زور اور تعلیمی اداروں کی تمام تر توجہ بھی اسی طرف ہے کہ اس انداز کا نظامِ تعلیم ترتیب دیا جائے کہ جس کی مدد سے ہر شخص بہتر سے بہتر معاش حاصل کرسکے۔ انسان کی تربیت یا ”انسان سازی“ کا عنصر اس مادّی نظامِ تعلیم سے تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا نظام تعلیم بھی اسی ڈگر پر چل نکلا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم نے انسان اور انسانیت کے لیے ایک معیار مقرر کرتے ہوئے جامع ہدایات دی ہیں اور علم کی اہمیت بھی واضح کی ہے لیکن ہم لوگوں نے قرآن کریم سے اس میدان میں بھی ہدایت حاصل نہیں کی۔ علم کے ذریعے معاش حاصل کرنے کی ایک ضمنی حیثیت تو ہو سکتی ہے اور ہے بھی تاہم یہ عین مقصدِ حصولِ علم نہیں ہونا چاہئے۔

طلباء میں اس وصف کو پیدا کرنے کے واسطے لازمی ہے کہ ان کو قرآن کریم کی بامقصد اور بامعنی تعلیم دی جائے یعنی وہ قرآن کریم کو سمجھ کر اس پر غور و فکر کرنے کے لائق بن سکیں۔ اسی طرح وہ قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق زندگی گزار سکیں گے۔ اس نظریے کی اہمیت کی وضاحت ایک مثال سے کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم ہم کو انسانیت کی خدمت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر قسم کے استحصال سے منع کرتا ہے، ضرورت مند کی مدد کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اب کسی تعلیمی نظام سے دو بچے فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ مان لیں وہ ڈاکٹر بنے ہیں۔ ایک بچے کو قرآن کریم اس طرح اور اس حد تک سمجھا کر پڑھایا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہدایات سے مکمل واقفیت رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ دوسرا بچہ اس تعلیم سے محروم ہے۔ دونوں مسلمان ہیں۔ آخر الذکر ایسے کسی بھی ادارے میں نوکری کرلے گا جو اسے اچھی تنخواہ دے۔ اس آمدنی سے وہ ایک اچھے معیار یعنی عمدہ لائف اسٹائل کے ساتھ اپنی زندگی آرام سے گزارے گا۔ اوّل الذکر نوکری قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھے گا کہ آیا کہ وہ ادارہ انسانیت کی خدمت کررہا ہے یا استحصال۔ وہ ایسے کسی نظام کا حصہ نہیں بنے گا کہ جہاں بہ ظاہر خدمت کے نام پر درحقیقت انسان کا استحصال ہو رہا ہو، ان کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھایا جارہا ہو۔ وہ اپنی آمدنی سے حسب ضرورت اپنی ذات اور خاندان پر خرچ کر کے بقیہ دیگر مستحقین کی نذر کرے گا۔ یہ وہ جذبہ ہے جو آج بہتر لائف اسٹائل کی دوڑ میں روز بروز مفقود ہوتا جارہا ہے۔ یہ مادّہ پرستی وہ صارفین (Consumers) پیدا کررہی ہے جو اس نظام کے خالقین کو مطلوب ہیں تاکہ وہ اس نظام کو نہ صرف

قائم رکھیں بلکہ اس میں ہر لمحہ توسیع کرتے جائیں۔ اگر ہمارا تربیت یافتہ بچہ قرآنی فکر سے واقف ہے تو وہ سماج کے کسی بھی شعبے میں جائے کسی بھی طرح کے معاش سے وابستہ ہو، چاہے انجینئر ہو، ڈاکٹر ہو، سائنسداں ہو یا ماہر معاشیات، وہ ہر حال میں انسانیت کی خدمت کرنے پر کوشاں رہے گا۔ یہ وہ چیز ہے جو آج ہمارے نظامِ تعلیم سے ختم ہوتی جارہی ہے کیونکہ یہ نظام عین مادّہ پرستوں کے تیار کردہ ماڈل پر چل رہا ہے اور محض صارفین پیدا کررہا ہے۔ اس کا تدارک صرف اور صرف یہ ہے کہ بچوں میں قرآنی فکر پیدا کی جائے جس کے لیے لازم ہے کہ ان کو قرآنِ کریم کی تعلیم آج کے پس منظر میں اور ان کے نصاب کے جز کے طور پر دی جائے۔ وہ اس کائنات کا مطالعہ "آیات اللہ" کے طور پر کریں تاکہ ایک طرف انھیں اپنے رب کی عظمت اور حکمت کا احساس ہو تو دوسری طرف اس کی رحمت اور فضل کا۔ رب کی شان کو سمجھ کر ہی ان کے اندر بندگی کا وہ جذبہ پیدا ہو سکتا ہے جو ان کو مادّیت کے دلکش جال سے دور رکھنے کی قوت عطا کرے گا۔ اپنے رب کے قائم کردہ نظام کو سمجھنے کے بعد، اس کائنات میں اس کے جاری وساری ہونے کا خود مشاہدہ کرنے کے بعد ان کا یقین اس بات پر کامل ہو جائے گا کہ ان کے رب کا قائم کردہ نظام ہی حق ہے اور اس سے روگردانی کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ یہ جبھی ممکن ہے کہ جب ہم قرآنی تعلیم نیز فہم و فکر کو علوم کے ساتھ یکجا و یک جان کردیں۔ اس فیوژن کے بعد ہی ہم حصولِ علم کا حق ادا کرسکیں گے۔ ہمارے اداروں میں دین و دنیا کے دھارے ساتھ آکر بھی الگ الگ بہتے ہیں۔ شعبہ دینیات الگ ہے اور شعبہ جات علوم الگ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علوم کو قرآن کے ساتھ ہم آہنگ کرکے پڑھا جائے۔ علوم فطرت پڑھاتے وقت جب ہم کائنات میں وسائل کی تقسیم اور ان کے دوران (Cycle) کا ذکر کریں تو طلباء کو یہ بھی بتائیں کہ اس موضوع پر قرآن ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ معاشیات اور تجارت پڑھاتے وقت بچوں کو تجارت و معاش اور وسائل سے متعلق قرآنی احکامات بھی بتائیں اور ان کی اہمیت اور افادیت اُجاگر کریں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی مدد سے ہم وہ مسلمان پیدا کرسکیں گے کہ جو پورے کے پورے اسلام میں ہوں گے۔ اللہ کے دین کو، اس کے قانون کو مسجد، درگاہ یا مصلّے تک محدود نہیں رکھیں گے بلکہ یہ دین تمام دنیوی معاملات میں بھی ان کا عملاً راہبر اور راہنما ہوگا۔ یہی وہ امت محمدی ہوگی جو آج سے ہزار سال قبل ختم ہوگئی تھی، جس کی عظمت کے نشان آج بھی ٹمبکٹو کی عظیم یونیورسٹی سے لے کر، بغداد، غرناطہ، قرطبہ اور استنبول کے درودیوار پر نظر آتے ہیں۔

اس نظام کے قیام کے واسطے سب سے بڑا چیلنج افراد سازی ہے۔ یعنی وہ ماہرین علوم جو اپنے تخصیصی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سے بخوبی واقف ہوں اور دونوں کو بخوبی یکجا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہ پہلا مرحلہ ہوگا۔ ایسے افراد کی تیاری کے بعد ہی ہم ان تعلیمی اداروں کے قیام کے بارے میں سوچ سکتے ہیں کہ جہاں یہ باہم مربوط یعنی Integrated تعلیم کا نظام قائم کیا جاسکے۔ یہی وہ مسلم تعلیمی ادارے ہوں گے جن کی ہمیں اور تمام انسانیت کو ضرورت ہے۔ مسلم طلباء یا مسلم اساتذہ کی اکثریت رکھنے والے اداروں کو ہم مسلم ادارہ نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایسی خوش فہمی ہے کہ جس کی یہ زوال پذیر قوم مزید متحمل نہیں ہوسکتی۔



ڈائجسٹ

ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی، لکھنؤ

خواب سچّے، جھوٹے اور شعوری

سائنسی و دینی جائزہ

بیسویں صدی کے متعدد یوروپین مورخین نے عہدِ وسطیٰ کی اسلامی تاریخ کی بابت بہت ہی مثبت رویہ اختیار کیا ہے۔ گھری۔ براؤن۔ برائی فلٹ۔ بنڈر وغیرہ نے اسلام کو ایک ایسے انقلاب سے تعبیر کیا ہے جس نے فرسودہ تصورات کو، نقصان دہ رسومات کو اور روحانیت کے جامہ میں عبرت انگیز توہمات کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ عام انسانوں نے اپنے کو آزاد محسوس کیا اور خود اعتمادی کے جذبہ میں سرشار ہو کر اللہ کے علاوہ کسی دوسری طاقت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کا ذکر ڈبلیو۔ڈبلیو۔ کیش (W.W.Cash) اپنی کتاب Expansion of Islam میں ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"مسیحی علماء نے (عہدِ وسطیٰ میں) بتایا کہ لوگ براہِ راست خدا سے رجوع نہ کریں اور کسی مرض یا مسئلہ کے حل کے لئے پہلے ان سے رجوع کریں۔ لیکن برخلاف مسیحی علماء کے اسلام نے تعلیم دی کہ لوگ براہِ راست اللہ سے تعلق قائم کریں۔"

اسلامی انقلاب نے مسلم سماج میں ایک ایسا علمی اور عقلی (سائنسی) رویہ بیدار کر دیا کہ دین اور روحانیت کے نام پر کسی قسم کے استحصال کو معیوب سمجھا جانے لگا۔ جادو ٹونہ اور امراض کے لئے راہبانہ طریقۂ علاج کو قطعاً ترک کر دیا گیا، علم نجوم (Astrology) کے نقصانات سے باخبر کرایا گیا اور یہودی نجومیوں کے اس غیر عقلی رویہ کی تردید کی گئی جس کے اعتبار سے ہر فرد کا مخصوص ستارہ اس کی قسمت کا تعین کیا کرتا۔ جیوتش کی طرح خوابوں سے متعلق غیر فطری نظریوں کو ترک کرنے کی تلقین بھی کی گئی اور فرعونی دور سے چلے آرہے اس چلن کو مسترد کر دیا گیا جب خواب اہم سماجی، سیاسی اور دینی فیصلوں کی بنیاد بنتے تھے۔ اسلام نے خوابوں کا ایک ایسا عقلی نظریہ پیش کیا جو آج بھی دنیا کے لیے اپنی تمام تر سائنسی انکشافات کے باوجود انتہائی ترقی پذیر (Progressive) ہے۔

خواب سے متعلق اسلامی اور سائنسی نظریات کو بیان کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ قبل اسلام رواج پا رہے نظریات کا جائزہ لیا جائے جو خوابوں کی بابت دنیا بھر میں پائے جاتے تھے۔

یونانی تہذیب میں اور ہندوستان کے ویدک دور میں یہ باور کیا جاتا تھا کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کے جسم سے روح باہر آ جاتی ہے۔ باہر آ کر یہ روح جو دیکھتی وہ گویا خواب ہوا کرتے۔ کہا جاتا تھا کہ کسی سوئے ہوئے شخص کو دفعتاً جگایا نہ جائے کیونکہ ایسا کرنے میں خدشہ تھا کہ اگر روح کہیں دور بھٹکتی ہو گی تو وہ جلد ہی آ کر اس شخص کے جگنے سے پہلے جسم میں داخل نہ ہو پائے گی۔ ایسی صورت حال خطرناک ہو سکتی تھی اور جسم میں داخل نہ ہونے کے سبب روح غیض و غضب ڈھا سکتی تھی جس کا مداوا مشکل تھا۔



قدیم یونانی لٹریچر کے مطابق خواب ہمیشہ ہی خدا کی جانب سے حکم کا درجہ رکھتے اور ان میں بتائے ہوئے احکامات کی پیروی ہر فرد پر لازم تھی۔ ہومر (Homer) نے اپنے ناول ایلیڈ (Illiad) میں یہ بھی بتایا کہ خواب ذیس (Zeus) نامی خدا کی جانب سے ہوا کرتے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اپی ڈاورس (Epidaurus) نامی عبادت گاہ میں جو بھی خواب دیکھے جاتے تھے وہ اصل میں خواب نہ تھے بلکہ ایس کلے پیس (Aesclepius) (جو

محمد ابن سیرین (پہلی صدی ہجری) نے مختلف خوابوں کی تعبیر اسلامی نقطۂ نظر سے یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی ہے اور انھیں تعبیر رویاء کے نام سے کتابی شکل بھی دی ہے لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ خوابوں کی کیا اہمیت ہے تو فرمایا کہ "اگر تم جاگتے میں اللہ کا خوف رکھتے ہو تو پھر اس کی فکر نہ کرو کہ تم نے سوتے میں کیا دیکھا"۔ ابن سیرین کے اس قول کو خواب کے تئیں اسلامی فکر کہا جاسکتا ہے۔

ایک طبیب تھا، لیکن بعد میں خدا کا مرتبہ حاصل کر گیا) کی جانب سے مختلف بیماریوں کے نسخے تھے جن پر عمل کرنا دینی فرض تصور کیا جاتا۔ یونانیوں کی عام طور سے غیر عقلی روش کے باوجود سقراط اور افلاطون نے خوابوں پر کسی حد تک عقلی باتیں تحریر کیں لیکن یونانی سماج نے ان کا نوٹس نہ لیا اور ہر خواب کو روحانیت سے تعبیر کرتے رہے۔ افلاطون نے خوابوں پر جو مقالہ لکھا اس میں ایک غلطی کر بیٹھا۔ اس نے حکمی طور سے اس خیال کا اظہار کیا کہ اچھے خواب صرف نیک اور دیندار لوگ ہی دیکھتے ہیں۔ جبکہ بدکار لوگوں کے حصہ میں بھیانک خواب آتے ہیں۔

مصر کے فرعونی دور میں خوابوں کی بڑی اہمیت تھی اور بہت سے انتظامی فیصلے لینے کے لیے شہنشاہ وقت (فرعون) مناسب خوابوں کا انتظار کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش سے قبل بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کے قتل عام کا حکم بھی فرعون نے ایک خواب کی بنیاد پر دیا تھا۔

بابل (Babylonia) کی قدیم اور کسی حد تک ترقی یافتہ تہذیب کے دوران مختلف قبائل کے لوگ خوابوں کو اپنے اپنے خداؤں سے منسوب کر کے اور راہبوں سے ان کی تعبیر معلوم کر کے مختلف عبرت انگیز اقدام کا ارتکاب کرتے جس کے نتیجہ میں اکثر خونریزی کی نوبت بھی آجاتی۔

دنیا کی مشہور تہذیبوں میں مروج نظریہ کے برخلاف اسلام میں خوابوں کی نسبت نہایت مثبت اور عقلی رویہ اپنایا گیا۔ ایک طرف جہاں بعض خوابوں کو اچھے سچے خواب بتایا گیا تو خراب اور ڈراؤنے خوابوں کو شیطان کی جانب منسوب کر کے ان کے تذکرے سے بھی اجتناب کی تاکید کی گئی۔ اس کے علاوہ خوابوں کو انسان کے شعور اور لاشعور کا عکس (Reflection) بھی بتایا گیا۔ چنانچہ خوابوں کی بنیاد پر کسی حکمی فیصلہ کو غلط قرار دیا گیا۔ خوابوں کی ایسی تعبیر دینے سے گریز کرنے کی صلاح دی گئی جس سے عام ذہنوں میں ڈر پیدا ہو۔ محمد ابن سیرین (پہلی صدی ہجری) نے مختلف خوابوں کی تعبیر اسلامی نقطۂ نظر سے یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی ہے اور انھیں تعبیر رویاء کے نام سے کتابی شکل بھی دی ہے لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ خوابوں کی کیا اہمیت ہے تو فرمایا کہ "اگر تم جاگتے میں اللہ کا خوف رکھتے ہو تو پھر اس کی فکر نہ کرو کہ تم نے سوتے میں کیا دیکھا"۔ ابن سیرین کے اس قول کو خواب کے تئیں اسلامی فکر کہا جاسکتا ہے۔



ڈائجسٹ

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات بہ سلسلہ خواب نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان ارشادات نے مسلمانوں میں خوابوں کا ڈر یک لخت ختم کر دیا اور یہ معروضہ بھی مسترد ہو گیا کہ برے خواب دیکھنے والا صرف براہی آدمی ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اچھا خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے" اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اچھے خواب دوستوں کو سنائے جائیں اور برے خوابوں کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے"۔ ایک موقع پر کسی نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ "میں نے خواب دیکھا کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ لڑھک رہا ہے اور میں اس کے پیچھے ہوں"۔ حضور اکرم ﷺ نے اس خواب کو سن کر اپنی بے اعتنائی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ایسے خوابوں کا ذکر نہ کیا جائے (راوی حضرت جابر۔ مسلم) ان ارشادات کا اثر یہ ہوا کہ حضرت ابو قتادہ نے کہا کہ "جب سے میں نے رسول اکرم ﷺ کے خوابوں کی بابت فرمان سنے اس وقت سے اگر پہاڑ سے بھی بھاری خواب دیکھتا ہوں تو پروا نہیں کرتا" (مسلم)۔ محمد بن سیرین نے حضرت ابوہریرہ سے مروی ایک حدیث کی روشنی میں بتایا کہ نبی کریمؐ کے قول کے مطابق خواب جو اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو شیطان کی طرف سے اور تیسرے وہ خواب جو انسان کے ہی خیالات اور لاشعور کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اس تیسری قسم کے خوابوں کو بڑی اہمیت دیتے چنانچہ اکثر آپ نماز فجر کے بعد صحابیوں سے دریافت فرماتے کہ انھوں نے گزشتہ رات کو سوتے میں کیا دیکھا۔ صحابہؓ اپنے اپنے خوابوں کو بیان فرماتے۔ حضور اکرم ﷺ حاضرین سے ان کی تعبیر بتانے کے لیے کہتے اور پھر یا تو ان سے متفق ہوتے یا کوئی دوسری تعبیر خود ہی ارشاد فرمادیتے (راوی سمرہ بن جندب)۔ اس طریقہ کار سے حضور ﷺ اپنی امت کے شعور اور لاشعور سے واقفیت حاصل کرتے۔

کچھ احادیث جو حضرت انسؓ حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں کے بموجب حضور اکرم ﷺ کا قول تھا کہ "خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک ہے (ابوداؤد۔ مسلم وغیرہ) اس حدیث پر متعدد محدثین نے سیر حاصل تبصرے کیے ہیں۔ بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ پیغمبر اسلام مبعوث ہونے سے قبل متواتر چھ ماہ تک اچھے خواب دیکھتے رہے اور نبوت کے اشارے پاتے رہے جس کے ثبوت کے طور پر حضرت عائشہؓ سے منسوب حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ وحی کے نزول سے قبل بہت سی سچائیاں حضور اکرم ﷺ کو خوابوں کے توسط سے حاصل ہوئیں۔ اس طرح قبل نبوت خوابوں کے چھ ماہ کے دوران وحی کے تیئس سالوں کا چھیالیسواں حصہ قرار پاتے ہیں۔ کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں خواب کو نبوت کا پینتالیسواں یا سترھواں حصہ بتایا گیا ہے۔ بہر حال ان ساری احادیث سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خوابوں کی اہمیت تو ضرور بتائی لیکن ضرورت سے زیادہ نہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ نبوت کا بڑا حصہ نہیں ہوتے۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر صحابیوں کے خوابوں کی تعبیر خود ہی بتاتے اور خوشخبری کا مژدہ سناتے۔ مسلم کی ایک حدیث کے بموجب کسی صحابیہ نے اپنے ایک ایسے خواب کا ذکر کیا جس میں انھوں نے گوشت کے ٹکڑے کو اپنی گود میں دیکھا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ (صحابیہ) آپ کی ہونے والی اولاد کو گود میں کھلائیں گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ان صحابیہ نے حضرت فاطمہ کو اپنی گود میں کھلایا۔ نبی کریمؐ نے اپنی آئندہ آنے والی امت کو ایک خوشخبری یہ بھی دے دی کہ "جس کسی نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا مجھے دیکھا"۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے دوران نبوت ایک ایسا خواب دیکھا جس کی غلط تعبیر کو بنیاد بنا کر وہ اپنے قریبی دست حضرت ابوبکر سے دوری اختیار کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر کو جب یہ احساس ہوا کہ حضرت سلمان فارسی ان



ڈائجسٹ

سے کچھ ناراض ہیں تو اس کی وجہ دریافت کی۔ خواب کا حال معلوم کر کے حضرت ابو بکر مسکرائے اور انھوں نے اس خواب کی بالکل مختلف تعبیر بتائی جسے نبی کریم نے صحیح بتایا اور اس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت سلمان فارسی کے درمیان غلط فہمی رفع ہو گئی۔

یہی نہیں کہ رسول کریمؐ صحابیوں کے خواب معلوم کرتے بلکہ بسا اوقات اپنے خواب بھی انھیں سناتے اور پوچھے جانے پر ان کی تعبیر بھی بیان فرماتے۔ مسلم کی ایک حدیث اس طرح بیان ہوئی ہے کہ پیغمبر خدا نے خواب میں دیکھا کہ انھیں دودھ کا گلاس پینے کو دیا گیا جو انھوں نے سیر ہو کر پیا اور کچھ بچ رہا جسے انھوں نے حضرت عمر کو دیدیا۔ صحابیوں نے اس خواب کی تعبیر معلوم کی تو آپؐ نے فرمایا ”علم“ ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ایک دوسری حدیث میں کہا گیا ہے کہ نبی کریم نے خواب میں حضرت عمر کو اس طرح دیکھا کہ لباس ان کے جسم کو مکمل طور پر ڈھانکے ہوئے تھا۔ پوچھے جانے پر آپ نے فرمایا ”دین“ (دین مکمل)۔

ایک روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے اذان دیئے جانے کے الفاظ طے کرنے کی خاطر صحابیوں سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عمر اور ایک دوسرے صحابی نے اس اذان کی تفصیل بتائی جو انھوں نے خواب میں سنی اور دیکھی تھی۔ رسول اللہ نے ان الفاظ کو پسند فرما کر انھیں ادا کرنے کا حکم دیدیا۔

سچے خوابوں کے دو واقعات حضرت صفیہ اور حضرت ام حبیبہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت صفیہ نے آنحضرتؐ کے خیبر پر حملہ سے قبل خواب میں دیکھا کہ ایک چاند یثرب کی سمت سے نکل کر ان کی گود میں آ گیا ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ قلعہ قموص کی فتح اور کنانہ کی موت کے بعد حضرت صفیہ قیدی کی حیثیت سے مدینہ لائی گئیں جہاں انھوں نے بخوشی و رغبت اسلام قبول کیا اور زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح حضرت ام حبیبہ نے دوران ہجرت حبشہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد خواب دیکھا کہ انھیں کوئی ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ چند ہی دن بعد انھیں بادشاہ نجاشی کے ذریعہ سے رسول اکرم کا پیغام ملا کہ وہ آپ کی بیوگی سے واقف ہوئے اور یہ کہ اسی دوران ہجرت انھیں زوجیت میں لینا چاہتے ہیں۔ اس طرح حضرت ام حبیبہ کا خواب سچ ثابت ہوا اور وہ زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل کر گئیں۔

خوابوں نے اکثر دین و عمل سے سرشار مسلمانوں میں ہمت اور حوصلہ بڑھایا ہے اس کی ایک مثال طارق بن زیاد کے اس خواب سے دی جا سکتی ہے جسے اس نے اس کشتی میں سوتے ہوئے دیکھا تھا جب وہ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں اسپین پر حملہ آور ہونے کے لیے صرف سات ہزار کے لشکر کے ساتھ بحر متوسط عبور کر رہا تھا۔ جیسے ہی کشتی میں اس کی آنکھ لگ گئی تو اس نے خواب میں سرور کائنات ﷺ کو اس انداز میں دیکھا کہ وہ سمندر پر چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ خلیفہ راشدین ان کے ساتھی ہیں اور طارق کی کشتی سے گزرتے ہوئے فرما رہے ہیں ”طارق بڑھے چلو“ طارق جاگ گیا۔ خوشی سے سرشار اس نے اپنے ساتھیوں کو خواب سنایا جسے اس نے فتح اندلس سے تعبیر کیا۔ نئے حوصلہ کے ساتھ وہ اندلس کے ساحل پر اترا۔ شہنشاہ راڈرک کے ستر ہزار سپاہیوں کو شکست فاش دی اور اس طرح اسپین کی اسلامی تاریخ کا نیا اور درخشاں باب کھول دیا۔

خوابوں نے کبھی کبھی مسلمان حکمرانوں کو غلط رویہ سے روکا بھی ہے۔ واقعہ مشہور ہے کہ عباسی خلیفہ مہدی نے حضرت موسیٰ الکاظم کو قید کیا تو ایک رات اس نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کو دیکھا کہ وہ سورہ محمد کی بائیسویں آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

(ترجمہ آیت: کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد مچاؤ اور رشتہ داریاں کاٹ ڈالو)۔ مہدی کی آنکھ کھلی تو رات باقی تھی۔ وہ لرزہ اندام تھا اور صبح کے انتظار کا



حوصلہ نہ تھا۔ چنانچہ اسی وقت وزیروں کو بلا کر حضرت موسیٰ الکاظم کو رہا کر دیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ان سے معانقہ کیا۔

خواب سچے تو ہوتے ہیں لیکن ان کی تعبیر کو بروئے کار لانے کے لیے عزم و ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ قومیں اپنے عروج کے دوران خواب کو سچ ثابت کر دکھاتی ہیں جس طرح کہ طارق نے کیا تھا لیکن اپنے زوال کے دوران تعبیر اس کے برعکس ہو جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حشر عثمانی خلیفہ سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں بازنطینیوں کا ہوا۔ زبردست علم و حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا (857ہجری) تو وہاں کے شہریوں اور سپاہیوں نے "آیا صوفیا" نامی کلیسا میں پناہ لی اور ایک ایک عیسائی پادری کے خواب کی تعبیر کا انتظار کرنے لگے جس میں گویا بشارت دی گئی تھی کہ "ایک دن جب دشمن کلیسا کہ مرکزی ستون تک پہنچ جائے گا تو آسمان سے ایک فرشتہ ہاتھ میں تلوار لیے نازل ہوگا۔ یہ تلوار ایک ناتواں کے حوالہ کر دی جائے گی جو اس کی مدد سے دشمن پر حملہ آور ہو کر ان کو اناطولیہ سے ایران کی سرحدوں تک بھگا دے گا"۔ لیکن خواب سچ ثابت نہ ہوا۔ نہ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور نہ رومیوں کی شکست فتح میں تبدیل ہو سکی۔ افسوس کہ عیسائیوں ہی کے مانند مسلمانوں نے بھی اپنے زوال کے دوران اس قسم کے خواب دیکھے جو پورے نہ ہوئے۔ فرشتوں کے انتظار میں صدیاں گزر چکی ہیں۔ اب تو انھیں یہ بھی یاد نہیں کہ قرآن کا ارشاد ہے:

(ترجمہ) "واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے" (سورہ رعد۔ آیت:11)

قرآن کریم میں خوابوں کا تذکرہ متعدد بار ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے خواب کا ذکر سورہ صٰفٰت (آیت:102) میں موجود ہے۔ جنگ بدر سے قبل جو خواب حضور ﷺ نے دیکھا تھا اس کا حوالہ سورہ انفال (آیت:43) میں کیا گیا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو خواب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں پُر امن داخلہ کی بابت دیکھا اس کا اشارہ سورہ فتح (آیت:27) میں ملتا ہے۔ سورہ یوسف (آیت:4اور5) میں گیارہ ستاروں سے متعلق حضرت یوسف کے خواب اور حضرت یعقوب کی نصیحت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی سورہ کی آیت 41 میں حضرت یوسف کے ساتھی قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان ہوئی ہے۔ کچھ تعبیریں آیت نمبر 47 اور 49 میں مذکور ہیں۔ سورہ طٰحہٰ میں اس واقعہ کا ذکر ہے جس میں حضرت موسیٰ کی والدہ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ نوزائیدہ بچہ (حضرت موسیٰ) کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں بہادیں (آیت نمبر 39)

موجودہ سائنسی ترقی بہت سے مدارج طے کر چکی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے عروج پر ہے۔ لیکن خوابوں کی نسبت ایسی تحقیقات نہیں ہوئی ہیں جنھیں قطعی کہا جا سکے۔ آج بھی خواب کی فزیالوجی (Physiology) یعنی علم ترکیب اندھیرے میں ہے اور صرف یہ کہا جاتا ہے کہ سوتے میں خواب اصل میں انسان کا شعوری عمل (Conscious State) ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خواب شعور کے مرکزی حصہ (Central Organs) کا اثر ہیں۔ سائنسی اعتبار سے غالباً فرائڈ (Freud) پہلا شخص تھا جس نے خوابوں پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا اور ہر خواب کا تعلق لاشعور سے قائم کرنے کی کوشش کی۔ فرائڈ کی تحقیق کی بنا پر نفسیاتی تجزیہ (Psycho-analysis) نسبتاً آسان ہوگیا اور دماغی امراض (Psychiatry) کے علاج میں خاصی پیش رفت ہوئی۔ روس، فرانس، جرمنی اور جاپان میں کافی تحقیقات کی گئیں لیکن سائنسی اعتبار سے بہت مثبت باتیں سامنے نہ آئیں سوائے چند باتوں کے۔ مثلاً یہ کہ دل، دماغ اور معدہ کی خرابی کی بنا پر لوگ زیادہ خواب دیکھتے ہیں۔ معدہ خراب ہو، بدہضمی ہو تو ڈراؤنے خواب دکھائی پڑتے ہیں۔ جسمانی طور سے اگر انسان تکلیف سے لیٹا سو رہا ہے تو وہ تکلیف دہ خواب دیکھتا ہے۔ اعصابی تناؤ (Condition of Muscles) کی بنا پر انسان خواب میں



ڈائجسٹ

اپنے کو اُڑتے ہوئے دیکھتا ہے۔ ایک سائنسداں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بعض لوگوں کی طاقت ادراک وقیاس (Reasoning Power) خواب میں بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ بہت سے دانشور مشکل مسائل کا حل خواب میں پالیتے ہیں۔ مثال کے طور مشہور کیمیاں داں کیکولے (Kekule) نے بنزین (Benzene) کا فارمولا خواب ہی میں پایا اور اسی طرح پروفیسر ہلپرکٹ (Prof. Hilprechet) نے قدیم بابل تہذیب کے پتھروں پر تحریر کردہ الفاظ کو پڑھنے میں اس وقت کامیابی حاصل کی جب اسے خواب میں چند یقینی اشارے مل گئے۔

سائنسدانوں نے ایسی تحقیقات بھی کی ہیں جن کی بنیاد پر خواب کے وصیلہ سے ٹیلی پیتھی (Telepathy) کے عمل کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

امریکہ کے کچھ محققین نے ثابت کیا ہے کہ مخصوص دوائیں بھی کچھ خاص قسم کے خوابوں کی محرک بنتی ہیں۔ ایک تجربہ کی بنیاد پر ثابت کیا گیا کہ لاطینی امریکہ کے کچھ لوگوں نے ہلوسی جن (Hallucigin) نامی دواؤں کو کھا کر غیر معروف جانوروں کو خواب میں دیکھا اور ان کا حلیہ بتایا جو انھوں نے ہوش میں کبھی نہ دیکھے تھے۔ روس میں ہوئی تحقیقات کی بنیاد پر بتایا گیا ہے کہ پاگل آدمی خواب بہت دیکھتا ہے جبکہ کم عقل لوگوں کو بہت کم خواب دکھائی پڑتے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر کے بعد انسان خواب کم دیکھتا ہے۔ گہری نیند میں خواب کم دکھائی دیتے ہیں۔ زیادہ تر خواب اچٹتی نیند ہی میں نظر آتے ہیں۔ اس طرح زیادہ تر خواب سونے کے فوراً بعد دکھائی دیتے ہیں یا پھر بیدار ہونے سے قبل۔ خواب کے وقفہ کی بابت سائنسدانوں میں اختلاف ہے۔ بعض سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ جو واقعہ خواب میں نظر آتا ہے اس کا وقفہ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ خواب کا وقفہ۔ لیکن کچھ دوسرے سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ طویل واقعات بہت کم وقفہ کے خواب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک اہم تحقیق یہ بھی ہے کہ انسان کو انتقال سے کچھ قبل خواب کے ذریعہ آنے والی موت کی خبر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے ڈھلتے ہوئے قویٰ (Dying Organs) دماغ میں اپنے خاتمہ کا سگنل (Signal) دیتے ہیں جو خواب کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بہر حال سائنسی اعتبار سے خواب کی کچھ بھی اصلیت ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض خواب سچے ہوتے ہیں تو بعض جھوٹے اور کچھ ایسے بھی جو انسان کے اپنے شعور۔ خیالات۔ فکر اور لاشعور کا مظہر (عکس) ہوتے ہیں۔ اور اس درجہ بندی (Classification) سے انکار کسی سائنسداں کے لیے ممکن نہیں ہے۔



جلیل ارشد خان کھامگانوی

نہ سمجھو گے تو......!

گزشتہ دنوں کوکا کولا، پیپسی، لمکا، اسپرائٹ اور تھمس اپ جیسے بوتل بند ٹھنڈے مشروب میں ڈی۔ڈی۔ٹی اور اسی طرح کی دیگر جراثیم کش ادویات تناسب سے 30 سے 35 گنا زیادہ پائی گئیں۔ مگر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر اس نقص کو دور کر دیا جائے تو یہ مشروب محفوظ ہوں گے؟ اگر آپ یہی سوچتے ہیں تو آپ کا خیال قطعی غلط ہے۔ کیونکہ اس کے دیگر اجزاء بھی صحت کے لیے نقصاندہ ہیں۔ اس لیے اگر ہم یہ کہیں کہ یہ بوتل بند زہر ہی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور یہ بات ثابت بھی ہو چکی ہے۔ جراثیم کش ادویات سے زیادہ ان مشروبات میں رنگ، جھاگ، مزہ، چنچناہٹ اور مٹھاس کے لیے استعمال ہونے والے فاسفورک ایسڈ، کیفین، کیمیائی رنگ، شکر اور سیکرین وغیرہ خطرناک ہیں۔

ہمارے ملک میں جس طرح سے اور جس مقدار میں جراثیم کش ادویات کا استعمال ہوتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہم جو انار، انگور جیسے پھل، سبزیاں بوتل بند دودھ، اور انڈوں کا استعمال کرتے ہیں ان میں بھی ڈی۔ڈی۔ٹی و جراثیم کش ادویات کی کچھ مقدار پائی جاتی ہے۔

امریکہ اور یورپی ممالک میں کوکا کولا، اور پیپسی جیسے مشروبات کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ وہاں اکثر بچے بچیاں پانی کی جگہ کولا کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے برے نتائج جب سامنے آئے تو وہاں کی حکومتیں متحرک ہوگئیں۔ ایک سروے کے مطابق بیلجیم میں 15 سال سے کم عمر بچوں میں 70 سے 80 فیصد بچوں کے دانت سڑے ہوئے پائے گئے۔ 60 فیصد بچوں میں موٹاپے کی شکایت پائی گئی۔ کھیلتے کودتے گرنے سے ہڈیوں کے ٹوٹنے کے تناسب میں بھی ریکارڈ اضافہ درج کیا گیا۔ اور ان سبھی کے پیچھے کولا مشروبات پائے گئے۔ جن ملکوں میں کولا مشروب کا استعمال بڑھ رہا ہے وہاں بچوں میں یہ شکایات دن بہ دن بڑھ رہی ہیں۔ خود ہمارے ملک میں بھی اونچے طبقے کے بچوں میں یہ شکایات عام ہو رہی ہیں۔

> کولا مشروبات کو رنگین بنانے کے لیے اور آدمی کو اس کی لت لگانے کے لیے (یعنی عادی بنانے کے لیے) اس میں کچھ خاص کیمیائی مرکبات استعمال ہوتے ہیں۔ اگر یہ مشروبات 10 درجہ سینٹی گریڈ سے زیادہ گرم ماحول میں رکھے رہ جائیں تو ان کیمیائی مرکبات میں تخریبی عمل ہو کر کینسر (سرطان) کے لیے ذمہ دار مرکبات تیار ہو جاتے ہیں۔

آیئے ہم سائنس کی روشنی میں ان مشروبات میں استعمال ہونے والے اجزاء کا جسم انسانی پر اثر دیکھیں۔

کولا مشروبات میں جھاگ پیدا کرنے کے لیے فاسفورک ایسڈ کا استعمال ہوتا ہے۔ ان مشروبات کا ph 3.5 ہوتا ہے۔ (ph تیزابیت یا شورایت ناپنے کا اسکیل ہے۔ اس پر 2-3 کی ریڈنگ شدید تیزابیت کی نشاندہی کرتی ہے) فاسفورک ایسڈ جب دانتوں اور ہڈیوں سے رابطے میں آتا ہے تو اس وقت دانتوں اور ہڈیوں میں موجود کیلشیم گھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور دانت وہڈیاں کھوکھلے ہونا شروع

ہو جاتے ہیں۔ یہ کیلشیم خون میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور خون میں کیلشیم کی مقدار بڑھتی ہے۔ اس وجہ سے دانتوں، ہڈیوں کی مضبوطی اور نمو متاثر ہوتی ہے۔ اور جوڑوں میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور معمولی چوٹ بھی فریکچر کا باعث بن جاتی ہے۔ خون میں موجود کیلشیم کی زائد مقدار گردوں کو پیشاب کے راستے جسم سے باہر خارج کرنا پڑتی ہے۔ اس وجہ سے گردوں پر دباؤ تو آتا ہی ہے کیلشیم کے جماؤ کی وجہ سے مثانہ اور گردوں کی پتھری اور پیشاب کرتے وقت جلن کا احساس ہونا جیسے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح دانتوں کا ٹوٹنا جیسے امراض کا تناسب بھی بڑھ جاتا ہے۔

کولا مشروبات میں مٹھاس پیدا کرنے کے لیے شکر اور سیکرین جیسے اجزاء کا استعمال ہوتا ہے۔ ایک بوتل میں اتنی شکر استعمال کی جاتی ہے جس سے 100 سے 120 کیلوریز حاصل کی جا سکتی ہیں۔ متواتر کولا کے استعمال سے خون میں شکر کی مقدار بڑھتی ہے اور لبلبہ پر دباؤ آنے کی وجہ سے ذیابیطس کا مرض لاحق ہونے کا خطرہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح شکر کی زیادتی کی وجہ سے موٹاپا بھی بڑھتا ہے۔

آج ترقی یافتہ ممالک (امریکہ، یورپ، ہانگ کانگ وغیرہ) میں 15 سے کم عمر کے 60 فیصد بچوں میں موٹاپے کا تناسب بڑھا ہے۔ (اس کا اہم سبب زیادہ کیلوریز رکھنے والے کولا مشروبات، پیزا (Pizza) اور برگر جیسے فاسٹ فوڈ کا استعمال ہے)۔ انہی بچوں میں ان کی عمر کے تیسرے یا چوتھے عشرے میں بلڈ پریشر، ذیابیطس اور دل کی بیماریاں لاحق ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔

کولا مشروبات تیزابی ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے منہ میں کھٹا پن اور معدہ میں تیزابیت (Acidity) بڑھتی ہے ڈکاریں آتی ہیں اور نظام ہاضمہ متاثر ہوتا ہے۔

انسانی خون کا ph (پی۔ ایچ) 7.5 ہوتا ہے اور اسی حالت میں جسم کے اعضائے رئیسہ دل، جگر، پھیپھڑے، گردے و نظام ہاضمہ صحیح طور پر کام کر سکتے ہیں جبکہ یہ پی ایچ مستقل رہے۔ (یعنی 7.5) اگر پی۔ ایچ کم یا زیادہ ہو تو سارا نظام بگڑ جاتا ہے۔ اب کولا مشروبات میں جو تیزاب ہوتا ہے اس کا جسم کے لیے یا جسم کی تعمیر میں کوئی رول تو نہیں ہوتا۔ الٹا یہ خون کے پی ایچ کو متاثر کر دیتا ہے۔

محققین کا تو کہنا ہے کہ کولا مشروبات کا استعمال واش بیسن اور ٹوائلٹ سیٹ صاف کرنے کے لیے کیا جانا چاہئے کیونکہ اس میں موجود تیزاب واش بیسن اور ٹوائلٹ کو صاف کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا جسم کوئی واش بیسن یا ٹوائلٹ سیٹ تو ہے نہیں......!

کولا مشروبات کو رنگین بنانے کے لیے اور آدمی کو اس کی لت لگانے کے لیے (یعنی عادی بنانے کے لیے) اس میں کچھ خاص کیمیائی مرکبات استعمال ہوتے ہیں۔ اگر یہ مشروبات 10 درجہ سینٹی گریڈ سے زیادہ گرم ماحول میں رکھے رہ جائیں تو ان کیمیائی مرکبات میں تخریبی عمل ہو کر کینسر (سرطان) کے لیے ذمہ دار مرکبات تیار ہو جاتے ہیں۔ بھارت جیسے ملک میں یہ مشروبات بننے کے بعد سے استعمال میں آنے تک کچھ دنوں سے لے کر ہفتوں کا وقت لیتی ہیں۔ اس دوران وہ عام طور پر بغیر ریفریجریٹر کے ہی رکھی رہتی ہیں۔ واضح ہو کہ ہمارے ملک میں اوسط درجہ حرارت 25C سے 45C تک ہوتا ہے اور یہ بوتلیں اسی درجہ حرارت پر رکھی جاتی ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے لیے بھی وہ عام طور پر لوہے کے جنگلے لگے ہوئے کھلے ٹرکوں میں رکھی جاتی ہیں۔ خصوصاً دیہاتی علاقوں میں تو یہ پینے کے صرف ایک آدھ گھنٹہ پہلے ہی سرد کی جاتی ہیں یا اس میں برف ملا کر استعمال کی جاتی ہیں۔ اس طرح اس میں موجود سرطان کے لئے ذمہ دار اجزاء جو زیادہ درجہ حرارت کی وجہ سے بن جاتے ہیں۔ جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔

اس سائنسی تجزیہ کے بعد اور مندرجہ بالا نتائج کو دیکھتے ہوئے آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ جس طرح سے تمباکو، شراب، سگریٹ، گانجہ، افیم، ہیروئن جیسی منشیات اور گٹکے انسانی صحت کے لیے مضر و مہلک ہیں، کولا اور پیپسی ان سے کچھ کم مہلک نہیں......! یعنی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف ڈی۔ ڈی۔ ٹی کی

مقدار کو کم کر دینے سے ہی مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں جب سامنے آئیں تو بیلجیم کی حکومت نے ان مشروبات کی ملک میں فروخت پر پابندی عائد کر دی۔ فرانس اور اسپین میں بھی ان پر پابندی عائد کروانے کے لیے حکومتی سطح تک ہلچل شروع ہو چکی ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ مذکورہ ممالک میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی و دیگر جراثیم کش ادویات کی مقدار زیادہ نہیں تھی مگر پھر بھی ان کے اجزاء کے مہلک اثرات کو دیکھتے ہوئے ان حکومتوں نے یہ اقدام کیا ہے۔

پیپسی اور کوکا کولا بنانے والی ان مالدار امریکن کمپنیوں کا مقصد کسی بھی طرح سے محض پیسہ کمانا ہے۔ آج وہ 60 سے 70 پیسے میں بننے والے مشروب کو 10 سے 12 روپیوں میں فروخت کرتی ہیں۔ اور بھارت سے 300 سے 400 کروڑ روپے کا زر مبادلہ یہ کمپنیاں منافع کی شکل میں قانونی طور پر لوٹ کر لے جاتی ہیں۔ اور کیا آپ جانتے ہیں کہ اس پیسے میں غاصب یہودیوں کا حصہ بھی خاص طور سے نکالا جاتا ہے۔ جو کہ ان کے ناجائز مقاصد کے لیے اور "گریٹر اسرائیل" کی تعمیر کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے (جس میں مسلمانوں کا قتل عام بھی شامل ہے) خرچ ہوتا ہے۔ یعنی ان مشروبات کو خرید کر ہم دوہرے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک جرم تو خود اپنے جسم کے خلاف اور دوسرا ملت کے خلاف۔

جب ان مشروبات کے غیر محفوظ ہونے کا شور مچا تو کچھ دنوں بعد ایک منسٹر نے ان کو کلین چٹ دے دی اور اعلان کیا کہ یہ مشرو بات محفوظ ہیں جبکہ پارلیمنٹ کے کینٹین میں ان کی فروخت پر فوراً پابندی لگا دی گئی جو تا حال جاری ہے۔

اس طرح کی بین الاقوامی کمپنیاں قانونی لڑائی بڑی ڈھٹائی سے لڑتی ہیں ساتھ ہی وہ قانون کے چور دروازوں سے بھی واقف ہوتی ہیں۔ اور آسانی سے بچ نکلتی ہیں دوسرے یہ کہ یہ کرپشن کی لعنت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قانون بنانے اور لاگو کرنے والے افسران کو خریدنے سے بھی نہیں چوکتیں۔ اس لیے اگر یہ مشروبات بلا روک ٹوک فروخت ہو رہے ہوں تو ہمیں حیرت نہیں ہونی چاہئے۔

اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ کیجئے

بین الاقوامی صحت ادارے (WHO) نے انتباہ دیا ہے کہ ہمارے ملک میں 2020ء سے 2040ء کے درمیان اس وقت موجود 30 سے 40 سال کی عمر کے افراد میں (جو آج 10۔15 سال کی عمر کے بچے ہیں) ذیابیطس اور دل کی مختلف بیماریوں کے مریض اس طرح سے نظر آئیں گے گویا کہ یہ وبائی امراض ہوں۔ اور بھارت میں زیادہ تر مریض، ذیابیطس، بلڈ پریشر اور ایڈز کے ہوں گے۔ اور ان سب کا سبب ہوں گے ذہنی تناؤ، پیزا (Pizza)، برگر اور تلی ہوئی غذائیں، کولا اور پیپسی جیسے مشروبات اور آرام دہ طرز زندگی و ماحولیاتی آلودگی۔

امریکہ نے آزاد معیشت کے پردے میں کولا، پیپسی اور میکڈونالڈ جیسے فاسٹ فوڈ کو ہمارے دستر خوان تک پہنچا دیا ہے۔ اور یہ ہمارے نونہالوں کے حق میں کسی بھی زاویہ سے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک و ملت کا یہ مستقبل بڑے پیمانے پر ان لغویات کا دیوانہ ہوا جا رہا ہے۔ اور ہمارے معاشرے کے خود ساختہ "اونچے طبقے" کے لوگ کولا ہی پیتے ہیں۔ اور یہی پیش بھی کرتے ہیں۔

اس ممکنہ خطرہ سے ہماری آئندہ نسلوں کو محفوظ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح سے ہم نے ٹی۔ بی، پولیو، ایڈز وغیرہ کے خلاف مہم چلائی ہے۔ اسی طرح ان مشروبات کے خلاف بھی منظم انداز میں مہم چلائیں۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ یہ مہم سرمایہ دار امریکی کمپنیوں کے خلاف ہوگی۔ اس لیے حکومت کی طرف سے تعاون ملنا تو محال ہوگا۔ اس لیے عوامی طور پر اس کا بائیکاٹ ہونا چاہئے۔

اگر ہمیں مستقبل میں "صحت مند بھارت" دیکھنا ہے تو یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ ہم پیپسی اور کوکا کولا جیسے مشروبات اور میکڈونالڈ کی فاسٹ فوڈ کو اپنے کچن سے نکال باہر کریں۔

تو کیا آپ تیار ہیں اس



ڈائجسٹ

ڈاکٹر عبدالمعز شمس۔ مکہ مکرمہ

تخلیق انسانی

"جناب انسان!! گزشتہ ماہ میری گفتگو کے بعد آپ نے یقیناً غور کیا ہوگا اور لمحۂ فکریہ کی دعوت پر توجہ دی ہوگی۔"

"مجھے تمہاری دلچسپ باتیں یاد ہیں اور تمہاری گفتگو مجھے بیحد پسند آئی۔ تب سے میں غور کرتا رہا اور اعضاء کی گواہی کی باتوں کو سوچتا رہا۔ مگر میرے جسم، کسی شاعر نے کہا ہے۔

جہاں جسموں پہ تعزیریں ہوں خاور
فقط روحوں میں کس کا دل لگے گا

"جناب من! آپ کے خالق نے بھی تو کہا ہے۔

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا"

(سورہ طٰہٰ:50)

اب اگر اس نے بنایا اور راہ دکھائی تو ہم پر کیا فرض بنتا ہے کہ اس کے بنائے راستے پر چلنا یا خود اپنی راہ اختیار کرنا؟ مزید وضاحت دوسری جگہ یوں کی کہ:

"اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے اور اسی کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے"۔ (سورہ التغابن:3)

جب پلٹیں گے اور جواب مانگا جائے گا تو کیا جواب دیں گے؟

"بھئی بات تو مناسب ہے مگر تم بھی تو ہو کہ ہماری خواہشات کے ساتھ ہو جاتے ہو۔ جہاں ہماری طبیعت کسی کام کی طرف مائل ہوئی تم بلا تاخیر حکم بجالائے"۔

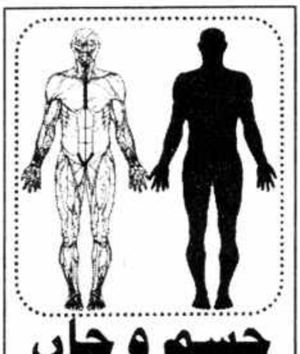
جناب! میں آپ کے تابع ہوں اور حکم کی تعمیل میرا فرض ہے۔ آپ بجائے مجھے تنبیہ کرنے کے اپنے نفس سے رجوع کریں چونکہ یہ سب آپ کے نفس کی ہی زیادتی ہے۔ اگر آپ اپنے جسم کی تخلیق اور ساخت پر غور کریں گے۔ ان کی باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ممکن ہے کہ آپ اپنے نفس پر قابو پا سکیں۔ کیا آپ کو اپنے جسم کی تخلیق کے بارے میں کچھ معلومات ہیں"۔

"تھوڑی واقفیت تو ضرور ہے مگر تفصیل کسے معلوم؟ کیوں؟ تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں آپ کا جسم ہوں اور آپ کے وجود میں برابر کا شریک!!"

"وہ تو ہے۔ مگر تفصیل جان کر کیا حاصل؟"

"جناب انسان! آج آپ خود کو قوی و توانا، خوش رو و خوش مزاج، وجیہہ و پرکشش، عقلمند و دانا، بہادر و بیباک سمجھتے ہیں اور اپنے کو مقابل سے برتر تصور کرتے ہیں ذرا دیر کے لیے یہ سوچیں کہ آپ کی تخلیق ایک حادثہ یا اتفاق نہیں بلکہ خالق نے آپ کو اس زمین پر اپنا سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ انسانی تخلیق پر اور حکمتوں پر غور کریں گے تو خالق کو پہچان سکیں گے اور اس کی کارسازی پر فکر کریں گے تو اس کی قربت حاصل ہوگی آپ اپنے نفس پر قابو پا سکیں گے اور آپ اپنے مشن میں کامیاب رہیں گے۔ آپ اس کرہ ارض پر وہ کر سکیں گے جس کی توقع اللہ آپ سے رکھتا ہے۔"



درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

"بھئی! بات تو تمہاری بجا ہے مگر دنیاوی جھمیلوں میں انسان اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اسے ان باتوں پر غور کرنے کی مہلت کہاں؟"

"آپ کو لکچر اور سیمینار میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں تخلیق انسانی کے سلسلے میں قرآن پاک میں بہتری جگہوں پر اشاروں اشاروں میں بتایا گیا ہے۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ پڑھیں۔ سمجھیں اور غور کریں"۔

"کیا قرآن کریم میں انسانی تخلیق سے متعلق باتیں بھی ہیں؟"

"جی جناب!! ایک نہیں درجنوں آیات تخلیق کائنات اور تخلیق انسانی سے متعلق موجود ہیں۔ بس ضرورت ہے کہ اپنے اوقات میں سے کچھ وقت قرآن اور قرآن فہمی کے لیے نکالیے"۔

"کیا کچھ آیات کا حوالہ دے سکتے ہو؟"

"ضرور۔ مجھے خوشی ہوگی کہ ان آیات کو پڑھ کر آپ سمجھنے کی کوشش کریں"۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

"ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تصدیق نہیں کرتے؟ کبھی تم نے غور کیا؟ یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو، اس سے بچہ تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں؟" (سورہ الواقعہ: 58-59)

ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ نر اور مادہ کے میل سے انسانی تخلیق ہوتی ہے مگر یہ تو سمجھیں کہ نر اور مادہ کا بنانے والا وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے۔

"اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کا ذمہ ہے"

(سورہ النجم: 45-46)

یہی نہیں کہ صرف نسل انسانی کی وسعت کے لیے بھی انسان کے جوڑے بنائے بلکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں۔"

(سورہ یٰسین: 40)

فرماتا ہے۔ "وہی ہے جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کیے"۔

(سورہ الزخرف: 12)

اور یہی نہیں کہ ہر چیز کے جوڑے کے بارے میں ذکر کیا بلکہ ہمیں تاکید کی اور فرمایا کہ

"ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو" (سورہ الذاریات: 49)

افسوس ہے کہ اللہ کی اس حکمت کو ہم سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ خداوند قدوس ہمیں بار بار اپنی تخلیق کے متعلق سوچنے کی دعوت دیتا ہے اور نہایت تفصیل سے ہم پر راز آشکارا کرتا ہے۔

فرماتا ہے۔ "اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ وہ تمہارے ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اس کی ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟" (سورہ الزمر: 6)

کائنات کا خالق وہی ہے۔ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہے اس کا علم اسی کو ہے۔

"زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ وہی ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں، جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ وہی خدا جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔" (آل عمران: 6)

جناب انسان آپ اشرف المخلوقات میں سے ہیں چونکہ اس نے آپ کو بہترین ساخت دی۔

"ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا" (التین:4)

اس کے بعد بھی انسان غفلت میں پڑا ہے یا اپنے رب کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ پوچھتا ہے۔

"اے انسان۔ کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ میں نے تجھے نک سک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا"۔

(سورہ الانفطار:6-8)

اور انسان کی بے حسی، بے توجہی اور بے فکری دیکھ کر فرماتا ہے

"لعنت ہو انسان پر، کیسا سخت منکر حق ہے کہ کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے۔ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔ (سورہ عبس: 18 - 19)

"واقعی ہم غفلت اور تاریکی میں پڑے ہیں۔ اللہ ہمیں راہ راست پر لائے اور ایمان و یقین کی دولت سے نوازے۔ تم نے جو آیات کا ذکر کیا واقعی آنکھیں کھولنے والی ہیں"۔

"آپ کا یقین کامل ہے ان آیات پر تو میں اب آپ کو اپنی آپ بیتی سنانا چاہوں گا کہ کس طرح میری تخلیق ہوئی۔ میری آپ بیتی ہر اس انسان کی آپ بیتی ہے جو اس دنیا میں قدم رکھتا ہے بلکہ بھیجا جاتا ہے"۔

میری کہانی بنی نوع انسان کی کہانی ہے۔ دنیا جب سے قائم ہے اور انسان کا وجود جب سے ہوا ایک ہی کہانی ہے اور قیامت تک یہی عمل رہے گا۔ دنیا میں آکر کوئی شہنشاہ کوئی سکندر اعظم، رستم و سہراب، ارسطو و سقراط، برناڈ شا یا آئنسٹائن بن جائے حسن و جمال میں مونالیزا و قلوپطرہ کو مات کردے مگر سب کو ایک ہی دور سے گزرنا پڑا اور پڑے گا۔ یہ قدرت کا نظام اور خالق کی صناعی ہے۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے اور یہاں سے رخصت کے بعد سو کی داستان ایک ہی ہے۔

تو میں۔ اپنی روداد سنا رہا تھا۔ آپ کے جسم کی روداد۔ لیکن ہماری کہانی سننے سے قبل قرآن مجید کی ان جامع آیات کو ذہن میں رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔"

(سورہ المومنون: 12 - 14)

ان آیات میں جو بھی اصطلاحات استعمال ہوئیں وہ آج تک کسی کتاب میں موجود نہیں۔ انسانی جنین (Human Embryo) کے آسان سے پیچیدہ مختلف مراحل کا تصور آج کے دور کے انسان کے لیے بالکل نیا انکشاف ہے جسے سب سے پہلے Wolff نے 1839 میں تحریر کیا۔ قرآن کریم، احادیث اور تفاسیر نے اس تصور کو نزول قرآن کے بعد ہی پیش کیا تھا، جواب سائنس طور پر تفتیش اور تحقیق کے بعد منظر عام پر آیا ہے۔ تقریباً 1300 سال سے اس جامع کلام کے موجود ہوتے ہوئے بھی انسان تاریکیوں میں گم رہا۔ اور ارسطو کے علم و دانش، اور معلومات کا رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ لوگ اس کے مفروضات پر یقین کرتے رہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل ارسطو کے مفروضہ کے لیے آیات قرآنی اور رسول اکرمؐ کا قول ایک چیلنج ثابت ہوا۔

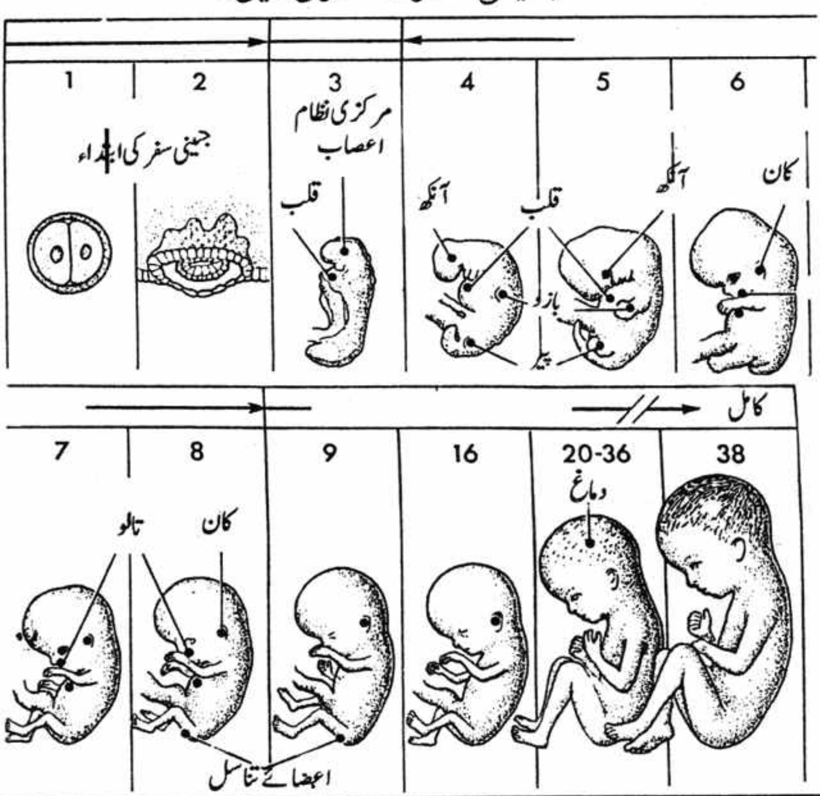
ہاں تو میں اپنی کہانی سنانا چاہتا تھا کہ میں کن کن مراحل سے اس دوران گزرا اور آج آپ کا کامل جسم انسانی ہوں۔

وضع حمل کے بعد میں محض خلیوں کا مجموعہ تھا۔ میری شکل ایک بدہیئت مثلث نما تھی جس کے درمیان ایک چپٹی نلی تھی میں اتنا ننھا اور چھوٹا سا تھا کہ بہ دقت تمام انسان کھلی آنکھوں سے مجھے دیکھ سکتا تھا۔ جفت سازی کے بعد تیسرے ہفتے سے ہماری ہیئت میں تیزی سے تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔

مجھے تیسرے ہفتے سے آٹھویں ہفتے تک جنین یاEmbryo کہا جاتا رہا۔ اس دوران اعضاء کی ساخت شروع ہوگئی تھی۔ سب سے پہلے سر بنا اور اس میں مغز بننا شروع ہوا جس میں شب و روز تبدیلی پیدا ہوئی۔ آنکھوں کی جگہ گڈھا نمودار ہوا جو چوتھے ہفتے میں کافی نمایاں تھا۔ میری عمر جب چار ہفتے کی تکمیل کو پہنچی تو میری جسامت صرف 1/6 انچ تھی۔ اسی دوران قلب، جگر، اعضائے ہاضمہ، پھیپھڑے بننے شروع ہوگئے تھے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ قلب میں حرکت بھی تھی مگر اتنی خفیف تھی کہ اس کی صدائیں شکم مادر سے باہر نہیں جاسکتی تھیں۔

دوسرے مہینے میں پہنچتے ہی میری شکل یا جسامت قوس (کمان) سی ہوگئی اور اوپر کا حصہ یعنی ہمارا سر جسم کے مقابلے بڑا دکھنے لگا۔ پھر میری ریڑھ کی ہڈی بننا شروع ہوئی۔ اب میری لمبائی 1/2 انچ تھی۔ ہاتھ اور پیر کی جگہ ابھار محسوس کرنے لگا جس میں انگلیاں بھی تھیں مگر یہ انگلیاں ایک دوسرے سے جڑی تھیں۔ میرا پیٹ بھی پھولنا شروع ہوگیا اور یوں کہیں کہ نظام ہاضمہ کی تشکیل شروع ہوگئی اور میں نے محسوس کیا کہ دُم نما کوئی چیز نمودار ہوئی ہے۔ دوسرے ماہ کے تیسرے ہفتہ میں ہماری شکل مشخص

جنینی سفر (ھفتوں میں)



ہونے کے ساتھ ساتھ ، کان اور آنکھوں کے پلک بننے شروع ہوگئے اور جسم کے دوسرے اعضاء بھی اپنی جگہ لینے لگے۔

جب میں تیسرے ماہ میں داخل ہوا تو میں اب Foetus کہلانے لگا۔ اس ماہ میرے تغذیہ کے لیے مشیمہ یا آنول (Placenta) بننا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ میں نے خود کو ایک جھلی نما تھیلی (Amniotic Sac) جس میں آبی مادہ (Amniotic Fluid) میں بھرا ہوا تھا اپنے کو تیرتا محسوس کیا۔ میری انگلیاں جو ایک دوسرے سے چپکی تھیں جدا ہونے لگیں اور دُم بھی ختم ہونے لگی۔ ہماری جلد لطیف اور شفاف (Transparent) تھی یعنی اگر میں باہر ہوتا تو کوئی بھی انسان میرے اندر کے اعضاء کو دیکھ سکتا تھا۔

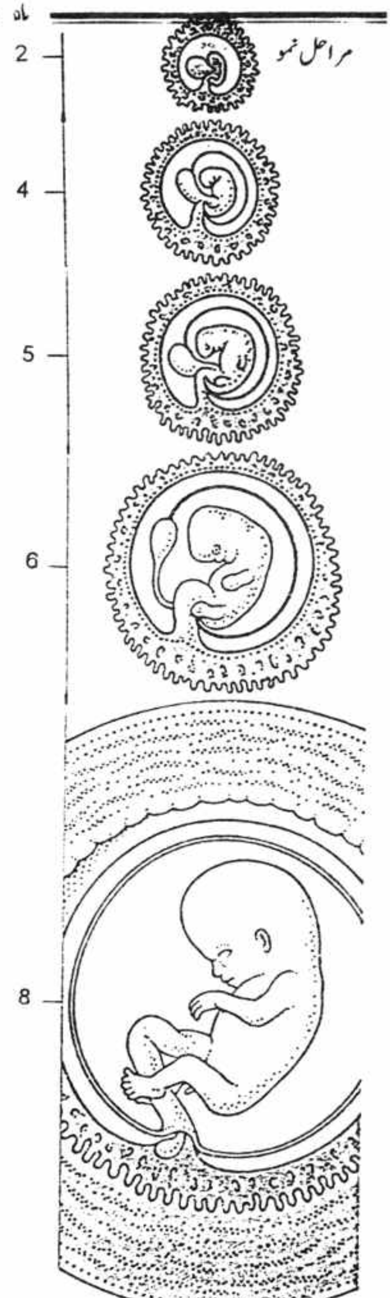
میں اب 1/2 2 انچ کا ہوگیا تھا اور میرا وزن 14 گرام ہوگیا۔

اب میں اس نئے چہرے اور اس تھیلی کے اندر چوتھے ماہ میں داخل ہوا جہاں میری انگلیاں اور انگوٹھے جدا جدا تھے۔ اور انگلیوں کے سرے پر ناخن بھی ابھر آئے تھے۔ ہمارا سر سیدھا ہونے لگا جس میں بال بھی نمودار ہوئے۔ جبڑے اور مسوڑھے بھی بننے لگے۔ اعضائے تناسل بھی اس دوران بنا اور اس ماہ کے آخر میں پہنچتے پہنچتے میں 1/2 4 انچ کا ہوگیا تھا اور وزن 120 گرام تھا اب میرے جسم پر پٹھے بھی چڑھنے لگے۔

میں جیسے ہی پانچویں ماہ میں داخل ہوا تو میری جلد تیزی سے پھیلنے لگی خصوصاً پیٹ کی طرف یہ عمل زیادہ تھا شاید کہ میرے اندرونی اعضاء کو وسعت ملنی تھی۔

میرا قلب بھی اس قدر دھڑکنے لگا کہ اس کی آواز کو ڈاکٹر صاحبان آلے سے سن سکتے تھے۔ میں خود کو کافی متحرک اور فعال محسوس کرنے لگا۔ میں اکثر رحم مادر کی دیوار سے ٹکراتا تو میری ماں اسے محسوس کرتی۔ میری لمبائی 25 سینٹی میٹر اور وزن 227 گرام تھا۔

اب چھٹے ماہ کی ابتداء تھی کہ میرا پیٹ بڑھنے لگا اور ہماری



حرکات میں تیزی آگئی۔ میرا رنگ سرخی مائل تھا۔ پورا جسم لطیف ونازک رووں سے ڈھکا تھا۔ سر کے بال بھی بڑے ہوگئے تھے اور میری لمبائی اب 30 سینٹی میٹر تھی اور وزن 680 گرام ہوگیا تھا۔

ساتویں مہینے میں میری آنکھیں کھلنی شروع ہوگئیں۔ میں اپنے اعضاء کے ساتھ اس لائق ہوگیا تھا کہ کسی سبب سے اگر دنیا میں آنا پڑتا تو میں پیدا ہوکر زندہ رہ سکتا تھا۔ میری لمبائی اس وقت 38 سینٹی میٹر اور وزن ایک کیلو کا تھا۔

آٹھویں ماہ میں حرکتیں اور بھی بڑھ گئیں جو باہر سے محسوس کی جاسکتی تھیں لمبائی ہماری 42 سینٹی میٹر اور وزن 2 کلو ہوگیا۔ چونکہ مجھے اس دنیا میں آنا تھا لہٰذا میں زیادہ تر سر کے بل رہتا تھا۔ میرا جسم اس قدر بڑا ہوگیا تھا کہ اب آسانی سے گھومنا پھرنا بھی دوبھر ہوگیا۔

اور نویں ماہ میں جسم کے روئیں ختم ہوگئے۔ جلد نے اپنا رنگ لے لیا جس پر چربی دار مادہ نمودار ہوا۔ بال نرم ونازک ہوگئے۔ آنکھوں کے رنگ واضح ہوگئے۔ اب میں پوری طرح اس دنیا میں سر کے بل رحم مادر سے باہر آنے کو تیار تھا۔

میں اس دنیا میں جیسے ہی آیا چیخ نکل گئی چونکہ اب ہمارے پھیپھڑے میں ہوا اسی طرح داخل ہوسکتی تھی۔ پیدائش کے وقت میرا وزن 3 کلو کے آس پاس تھا اور لمبائی 20 انچ تھی۔

بھئی!! بڑے پیچیدہ دور سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے!!

"جی۔ یہ تو ابتداء ہے اور اس دنیا میں آنے کے بعد تو مستقل مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس میں جسم انسانی میں بہتیری تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔"

میری سمجھ میں دو باتیں نہیں آئیں۔ ایک یہ کہ رحم مادر میں سے 3 کلو اور 20 انچ لمبا بچہ کیسے پرورش پاتا ہے اور ایک تنگ راستے سے کیسے اس دنیا میں آجاتا ہے"۔

"بات آپ کی مناسب ہے"۔

پہلے آپ اس آیت کو سمجھ لیں تو پہلے سوال کا جواب مل جائے گا۔

"اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔" (سورہ الرعد:8)

دوسرا سوال تنگ راستے سے بچے کا باہر آنا۔ اس کے لیے بھی اللہ اپنے کلام مبارکہ میں فرماتا ہے۔

"تب میں نے راستے کو آسان بنادیا"۔ (سورہ عبس 30)

اگر سائنسی اصول کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں تو چار تبدیلیاں ولادت کے وقت نمودار ہوتی ہیں۔

(1) Relaxin نام کا ہارمون مشیمہ (Placenta) اور بیضہ دانی (Ovaries) سے پیدا ہوتا ہے جو پیڑو کے رباط (Pelvic Ligaments) اور گردن رحم (Cervix) کو نرم کر دیتا ہے۔

(2) بچہ دانی کا سکڑنا (Uterine Contraction) ولادت کے وقت بچہ دانی کا اوپری سرا سکڑنا شروع کرتا ہے جو بچے کو باہر آنے پر مجبور کرتا ہے۔

(3) ہر بار سکڑنے کے عمل کے ساتھ آبی تھیلا جس میں آبی مادہ (Amniontic Fluid) ہوتا ہے باہر نکلتا ہے اور اس دباؤ سے پھٹنے کے بعد پھسلن پیدا کرتا ہے جس سے بچے کو باہر آنے میں مدد ملتی ہے۔

(4) دوران ولادت تبدیلیاں۔ بچے کی پوزیشن میں یکے بعد دیگرے تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جیسے سر کے بل ہونا۔ نیچے کی طرف جھکاؤ، اندرونی گھماؤ، سر کا سیدھا ہونا اور پھر باہری گھماؤ کے بعد بچہ باہر آجاتا ہے۔

اس تمام عرصے میں میری ماں میرے انتظار میں مجھے دیکھنے کے لیے بیتاب رہی۔ اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد کے حالات آپ کو دوسری ملاقات میں سناؤں گا۔



ڈاکٹر فضل ن۔ م۔ احمد، ریاض سعودی عرب

قرآن قرآن ہے

جناب ڈاکٹر محمد اسلم پرویز۔ سلام مسنون!

آپ کا ایر لیٹر ملا۔ مقالے میں فیگر اور ڈائیگرام کے متعلق ہدایات پر آئندہ سے عمل کیا جائے گا۔ اپنی سائنسی کاوشیں اپنی سروس کے علاوہ جاری رکھئے گا۔ مسلم امت کے لیے اس سے اچھی خدمت آپ کے لیے اور کیا ہو سکتی ہے؟

فقط

گم کردہ فلک

فضل احمد

جس طرح اللہ کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ اللہ اللہ ہے اُسی طرح قرآن قرآن ہے اللہ کا فرمان ہے اور اللہ کی ہدایت کا ترجمان ہے۔ سائنس کی حیرت انگیز ایجادات اور عقل و آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی کامیابیوں نے چند مسلم مفکرین کو بھی ایسا بھونچکا کر دیا کہ وہ سائنس کے ہر کارناموں کو قرآن کا حصہ تصور کرنے لگے ہیں اور بڑی بڑی تاویلوں اور بے معنی اور لغو دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ قرآن عین سائنس ہے۔ کیا قرآن عین سائنس ہے؟ قرآن نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ وہ انسان کے لئے اللہ کی مکمل ہدایت (Complete code of life) ہے جس پر عمل کر کے انسان اپنی دنیا اور آخرت دونوں سدھار سکتا ہے۔ ہم قرآنی دعا مانگتے ہیں کہ "اے ہمارے رب ہماری دنیا حسین بنا اور ہماری آخرت حسین بنا (البقرہ: 201)۔ چونکہ آخرت، دنیا کی کھیتی باڑی ہے جو یہاں بوؤ گے وہ وہاں پاؤ گے۔ اس لئے دعا مانگتے ہیں کے پہلے ہماری دنیا حسین بنا، تاکہ ہماری آخرت حسین ہو۔ مگر ہمارے علمائے کرام نے ہمیں ہمیشہ الٹا سبق پڑھایا کہ دنیا کچھ نہیں آخرت کی فکر کرو اور ہمیں سائنس اور ٹیکنولوجی کے حصول سے روکتے رہے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

اگر قرآن کو عین سائنس مان لیں تو سائنس انسانی دماغ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا قرآن بھی انسانی دماغ کی پیداوار بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کی کتاب (نعوذ باللہ) نہیں رہتا۔ دوئم اگر کوئی معمولی شخص ہند میں اپنے آپ کو عبدالکلام یا پاکستان میں قدیر خان سے رشتہ جوڑنے کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ اپنے آپ کو برتر ہستی سے ملانے یا الائن (Allign) کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسی طرح جو حضرات قرآن کو سائنس سے الائن کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ لاشعوری طور پر یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ سائنس (نعوذ باللہ) قرآن سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ یہی رجحان آج کل دنیا میں ہر جگہ پایا جا رہا ہے اور قرآن کو سائنس سے الائن کرتے ہوئے ایسی ایسی کتابیں اور مقالے سامنے آرہے ہیں جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے



کہ قرآن کچھ نہیں بس سائنس ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن میں چند آیتیں کائنات کے حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے سائنس کا کوئی تفصیلی نظریہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ جن موضوعات پر لکھتے ہیں اُس فیلڈ کے ماہر نہیں ہوتے۔ کچھ کتابیں، رسالے اور انسائیکلو پیڈیا پڑھ کر لوگ قرآن اور سائنس کو ملانے کے لئے ایسی ایسی لنترانیاں ہانکتے ہیں کہ بس خدا کی پناہ۔ اصل عالم اپنے تخصص سے ہٹ کر کبھی وثوق سے کسی ایسے موضوع پر رائے زنی نہیں کرے گا جو اُس کی فیلڈ نہ ہو۔ ان مقالوں میں جہاں تک علم الفلک اور فزکس کا تعلق ہے جو میرے تخصصات (Specialities) ہیں ایسی لغویات ملتی ہیں جن کا تعلق سائنس کے حقائق سے بھی نہیں ہوتا۔ چند مثالیں آگے چل کر دی گئی ہیں۔ اگر قرآن کا مقصد سائنس ہی پڑھانا ہوتا تو جہاں وہ جنت، دوزخ، فرشتے اور روح وغیرہ کی بات کرتا وہاں کائنات کا پہلا سبق ایک آیت سے ظاہر کر دیتا یعنی "ہم نے زمین کو اپنے محور پر گھومتی ہوئی گول بنایا جو سورج کے گرد گردش کرتی ہے"۔ یقیناً قرآن اس مقصد کے لئے نہیں آیا۔ اللہ نے ہمیں عقل دی ہے۔ اور یہ صلاحیت بخشی ہے کہ ہم نہ معلوم کو معلوم کر سکیں (الفلق: 5)۔ انسان یہی کر رہا ہے اور اپنی دماغی کاوشوں سے نہ معلوم کو معلوم کرتا چلا آرہا ہے۔ یہی سائنس ہے۔ سائنس سے انحراف قرآن کی اس آیت سے انکار ہے۔

قرآن کو عین سائنس ظاہر کرتے ہوئے چند مقالے اردو 'سائنس'، دہلی میں بھی چھپے ہیں۔ فزکس کے اصولوں سے مذہب اسلام کی بڑی بڑی تاویلیں گھڑی گئی ہیں جو نہ فزکس کے اصولوں پر پوری اترتی ہیں نہ ہی شریعت کا تقاضہ پورا ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فزکس کی اصلیت اور کائنات کے حقائق سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی بنا پر ایسے مضامین لکھے گئے ہیں۔ یہ مضامین اردو میں چھپے جسے زیادہ تر مسلمان ہی پڑھتے ہیں اور فخریہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر یہ مضامین انگلش میں چھپ کر ماہرین کی نظر سے گزریں تو ہمارے مذہب کا اچھا خاصہ مذاق اُڑایا جائے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں چند باتوں کی وضاحت کر دوں تاکہ آئندہ احتیاط سے کام لیا جائے اور بے معنی لنترانی نہ ہانکی جائے۔

مثلاً ماہ جون 2003ء صفحہ 19 پر محمد معراج صاحب نے فزکس سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آنکھ سے اللہ کو کیوں نہیں دیکھا جاسکتا۔ زور اس بات پر دیا گیا کہ اللہ کی ذات سے عام طبیعی روشنی نکلتی ہے اور چونکہ اللہ شہ رگ سے بھی بہت قریب ہے اس لئے نہیں دکھائی دیتا۔ اسی طرح چونکہ وہ کائنات سے باہر عرشِ اعظم پر متمکن ہے تو یہ طبیعی روشنی کائنات سے باہر آکر (جبکہ کائنات کے بغیر اس کا گزر ممکن نہیں) کائنات میں مالانہایہ (infinite) فاصلہ طے کر کے انسانی آنکھ کے عدسے میں اللہ کا عکس نہیں بناسکتی۔ یہ کس قسم کی فزکس ہے؟ اس مقالے کا جواب ماہ جولائی میں صفحہ 28 پر جناب ڈاکٹر عدیل ارشد خاں صاحب نے بہت اچھا دیا ہے سوائے اس کہ اللہ لطیف شئے ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت 102 میں لطیف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ لطیف شئے ہے۔ لطیف اور کثیف طبیعی اشیاء (Physical Entity) ہوتی ہیں اور اللہ کی ذات طبیعی نہیں ہے۔ اس آیت کا مطلب ہے کہ اللہ بہت باریک بین اور باخبر ہے۔ لطیف سے لطیف شئے سے بھی وہ بے خبر نہیں۔

ماہ اگست 2003 میں مولانا محمد کلیم صدیقی نے صفحہ 6 پر زمین تنگ ہونے کے سلسلے میں عجیب بات کہی کہ زمین کا قطر کم ہو رہا ہے جس سے کائنات درہم برہم ہونے کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ اس کا بہت اچھا جواب ماہ اکتوبر 2003ء میں جناب اخلاق حسین قاسمی صاحب نے صفحہ 54 پر دیا۔ (الانبیاء: 44) کی گرامر سے قطع نظر میں علم الفلک سے یہ واضح کر دوں کہ زمین کا قطر گھٹنے یا بڑھنے سے سیاروں یا نظام شمسی یا ہماری کہکشاں پر جو ایک مجرہ (Galaxy) ہے کوئی خاص اثر نہ ہوگا چہ جائے کہ پوری کائنات درہم برہم ہو جائے جو ہمارے چاروں طرف اربوں کھربوں مجراؤں سے گھری ہوئی ہے جو ایک



دوسرے سے پرے ہٹتی جارہی ہیں یعنی کائنات بذات خود پھیل رہی ہے۔ مجرے عموماً جھرمٹوں(Cluster of Galaxies) میں پائے جاتے ہیں۔ اکیلی مجرائیں شاذونادر ہی پائی جاتی ہیں۔ بعض جھرمٹوں میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ کائنات کے پھیلاؤ سے ان جھرمٹوں کا درمیانی فاصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ ہماری کہکشاں کے جھرمٹ میں جسے لوکل گروپ کہا جاتاہے سولہ مجرے ہیں۔ اینڈرومیڈا شمالی نصف کرے میں ایک چھوٹا سا ابری ٹکڑے کی طرح ایک صاف رات میں آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے جو دوربین سے ہماری کہکشاں کی جوڑواں بہن معلوم ہوتی ہے۔ اگر زمین کو نظام شمسی سے نکال بھی لیا جائے تب بھی کائنات میں کوئی خاص فرق نہ آئے گا۔ ہاں البتہ چاند اور اقمار صناعی ادھر ادھر نکل جائیں گے۔ اسی طرح نظام شمسی کو کہکشاں سے یا کہکشاں کو یا کسی جھرمٹ کو کائنات سے نکال دیا جائے تو بھی کائنات پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

ماہ ستمبر 2003ء کے شمارے میں پروفیسر قمراللہ خان گورکھپوری صاحب نے قرآن حکیم اور موجودہ نظام شمسی کے عنوان سے مضمون لکھ کر خیال ظاہر کیا ہے کہ مغربی محققین نے قرآن کے لاطینی ترجمے سے استفادہ کرکے خاص کر فلکیاتی نظریات جن میں نیوٹن کا قانون ثقل، کوپرنکس کا مرکزی شمس کا نظریہ، کیپلر کے کواکب کے مداروں کے تین قوانین اور غالباً نظریہ اضافی جیسے دقیق نظریات کو دریافت کیا۔ ان سب باتوں کا ثبوت چاہئے۔ سائنس میں محض خیال آرائی سے کام نہیں چلتا۔ قرآنی آیتوں سے جو سائنس کا نچوڑ نکالا گیا ہے ان میں کوئی ربط نہیں ہے۔ اکثر آیتوں کا ترجمہ غلط اور بے موقع معلوم ہوتا ہے یہ اس لیے کہ ان کا نقطۂ نظر فٹ ہوجائے۔ چاند کے ماہانہ مختلف اشکال(Phases) زمین کی آڑ کی وجہ سے نہیں بلکہ سماوی خط استواء کے مستویٰ (In the plane of celestial equator) میں چاند کی زمین کے گرد گردش کی وجہ سے ہے۔ یہ جغرافیہ اور ریاضی سائنس کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ قرآن کے نزول سے بہت پہلے قبل مسیح سے علماء فلک وریاضیات اور خاص طور سے اسٹارکس وغیرہ کو علم ہوچکا تھا کہ زمین اور کواکب کے مداروں کا مرکز سورج ہے۔ بعد میں اسکندریہ کی ہیلی نسٹک تہذیب(Helenistic Civilization) میں علماء فلک نے یہ تک معلوم کرلیا تھا کی سورج اور کواکب کے درمیان جو کشش ثقل ہے اس کا انحصار بالعکس باہمی فاصلے کے مربع (inverse square law) پر موقوف ہے۔ مگر یہ لوگ معادلات (Equations) یا فارمولے نہ نکال سکے۔ بطلیموس نے ارسطو کی پیروی کرتے ہوئے زمین کو کائنات کا مرکز قرار دیا اور نظریہ دائرہ در دائرہ پیش کیا۔ یہ نظریہ کئی ترمیموں کے بعد بھی مشاہدات پر پورا نہ اترتا تھا۔ عربوں نے بھی بڑی کوششیں کیں آخر کار دمشق کے ابن رشد نے بالکل آزادانہ نظریہ مرکز شمس(Sun Center) کا دیا۔ کوپرنکس جب تعلیمی دورے پر اٹلی آیا تو اسے عربوں کے چند علم الفلک کے صحیفے لاطینی زبان میں ملے جو اس وقت یورپ کی سائنسی زبان تھی۔ اپنے ملک پولینڈ جاکر اس نے ابن رشد کا نظریہ جو اس وقت اس کے ٹیبل پر تھا اپنے نام سے چھاپ دیا۔ یورپ اپنے تاریک دور سے نکل رہا تھا اور بعد میں اس کی سرداری کی وجہ سے یہ نظریہ اس کے نام سے مشہور ہوگیا۔ کیپلر نے اپنے استاد ٹائی کو براہی کے فلکی مشاہدات کو جمع کرکے کواکب کے مداروں کے تین قوانین اخذ کیے جو اس کے نام سے مشہور ہیں۔ ان قوانین میں سورج اور کواکب کے درمیان کشش ثقل کا قانون مخفی تھا۔ نیوٹن نے سوچا کہ چونکہ سورج اور کواکب مادّے ہیں اس لیے یہ قانون کشش ثقل ہر دو مادوں کے درمیان بھی لاگو ہونا چاہئے۔ اس طرح وہ عالمی قانون ثقل پر پہنچا اور کیپلر کے قوانین میں ردوبدل کرکے ثقل کا فارمولہ دیا۔ اس سے زیادہ نیوٹن کا اس ضمن میں اور کوئی کارنامہ نہیں۔ یہودی ہونے کی بنا پر صیہونیت نے اسے بیحد شہرت دے دی۔

ماہ اکتوبر 2003ء کے مضمون صفحہ 10 پر موصوف نے پھر ان باتوں کا اعادہ کیا ہے کہ نیوٹن کے علاوہ آئنسٹائن نے بھی قرآنی آیتوں کے مفہوم سے استفادہ کر کے اضافی عام (General Realativity) اور ثقل زمان و مکاں کی خمید گی کے نظریوں کی بنیاد ڈالی۔ یہ نظریے بقول ان کے آئنسٹائن نے 1904ء میں دیئے۔ اضافی خاص (Special Relativity) 1905ء میں اور اضافی عام 1916ء میں نمودار ہوئیں۔ ہو سکتا ہے طباعت کی غلطی ہو۔ کائنات کے متواتر پھیلنے کا اشارہ یقیناً قرآنی آیت (الذاریات:47) میں ہے مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اس سے عام اضافی کی فیلڈ معادلات اور ثقل خلاء کی خمید گی ثابت ہوتے ہیں ایک لغو خیال ہے۔ بیسویں صدی کے اوائل میں ریاضیات کے ماہروں نے ٹینسر کیلکلس (Tensor Calculus) اچھا ڈیویلپ (Develop) کر لیا تھا جن میں اٹلی کے پرفیسر رچی اور ان کے شاگرد رشید لیوی چویٹا بھی شامل ہیں۔ آئنسٹائن نے بھی اٹلی جا کر اس میں مہارت حاصل کی۔ جرمنی کے جیومیٹری داں کرسٹو فرراٹمن نے چار ابعادی جیومیٹری کی بنیاد ڈالی اور دو عجیب و غریب نتائج پر پہنچا۔ نمبر ایک: زمان و مکاں چار سے بھی زیادہ ابعاد پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ آج کل ڈوری نظریئے (String Theory) میں یہ ابعاد گیارہ تک پہنچ گئے ہیں۔ نمبر دو: محوری گردش کرنے والا مادہ اپنے اطراف کی زمان و مکان کی جیومیٹری بدل دیتا ہے۔ یعنی خلاء میں شکنیں یا خمید گی (Curvature) پیدا کرتا ہے جس میں دوسرے ہلکے مادے بہنے لگتے ہیں۔ فزکس اور فلکیات کے ماہرین فوراً سوچنے لگے کہ کہیں یہ ثقل تو نہیں؟ چند ریسرچ پیپر بھی چھپے۔ ریاضیات کے استاد مارسل گراس مان (Marcel H. Grossmann) اور آئنسٹائن نے مل کر ایک پیپر پبلش کیا جس میں خلاء کی خمید گی کو ثقل قرار دیا۔ جرمنی کے مشہور ریاضی کے ماہر ڈیوڈ ہلبرٹ نے خمید گی کے معادلات نکالے۔ چند ہفتوں بعد آئنسٹائن نے بھی یہی معادلات حاصل کر لیے جو بعد میں نہ معلوم وجوہات کی بنا پر آئنسٹائن کی فیلڈ معادلات سے مشہور ہو گئے۔ یہ صیہونی پریس کی کارستانی تھی کیونکہ میڈیا اور پریس اور خاص طور سے سائنٹیفک پریس ان کے قبضے میں ہے۔ فزکس کی مشہور معادلہ جس نے توانائی اور مادے کو ایک طبعی شئے کے دو اشکال بتائے یعنی توانائی برابر ہے کتلہ ضرب روشنی کی رفتار کا مربع، اسے ایک اطالوی Linto De Pretto نے 1903ء میں دریافت کیا اور چھاپا اور اطالوی سائنس اکیڈمی میں اس پر پیپر پڑھا تو سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ 1904ء میں اکیڈمی نے دوبارہ چھاپا۔ 1904ء میں ایک سوئس اطالوی نے آئنسٹائن کی توجہ اس پر مبذول کرائی۔ 1905ء میں خصوصی اضافی میں یہ آئنسٹائن کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اب جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آئنسٹائن کی معادلہ نہیں ہے مگر اب بھی ریسرچ پرچوں اور کتابوں میں اسے آئنسٹائن کی معادلہ بتایا جاتا ہے۔ کیا یہ صیہونیت کی سینہ زوری نہیں ہے؟ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ مانند نیوٹن کے آئنسٹائن کا بھی کوئی زیادہ حصہ اضافیت میں نہیں ہے۔

نومبر 2003ء میں بھی موصوف نے قرآنی آیتوں کو فزکس کے اصولوں سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً (الحج:47) اللہ کا ایک دن ہمارے ہزار سال کے برابر ہے جو وقت کی اضافیت ہے۔ کس طرح؟ یہ واضح نہیں کیا۔ الانبیاء:30 میں آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اسے بگ بینگ نظریئے سے جوڑ دیا گیا جواب ایک کلاسیکی نظریہ تصور کیا جاتا ہے۔ کائنات کی عمر مختلف مشاہدوں سے لگ بھگ چودہ ارب سال ہے جب کہ زمین کی عمر 4.6 ارب سال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائنات کی ابتداء کے وقت زمین کا نام و نشان تک نہ تھا اور ابتداء سے تقریباً دس ارب سال بعد وہ وجود میں آئی۔ عام مشاہدے میں آسمان زمین کے اطراف وہ حصہ ہے جس میں آنکھ سے چمکتے ہوئے ستارے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کہکشاں مجرے کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہے۔ سائنس

میں آسمان کوئی شئے نہیں۔ خلاء میں فاصلے کی حد نہیں اور ہر طرف اربوں کھربوں مجراؤں کا یکساں کثافت سے جال پھیلا ہوا ہے۔ اس فاصلے میں دوسرا تیسرا چوتھا یا ساتواں آسمان بھی کوئی معنی نہیں رکھتے۔ لہٰذا ب کائنات کی ابتداء کے وقت آسمان اور زمین کا باہم ملا ہونا کوئی مطلب نہیں رکھتا۔ خود قرآن اوپر کی اس آیت میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تو یہ لوگ ان آیتوں کے ایسے معنی اور تفسیر کہاں سے نکال رہے ہیں؟ ہاں اس کا مطلب شاید یہ ہو کہ آسمان میں جو ہائیڈروجن گیس اور غبار (بھاری عناصر) کے بادل (Clouds) سدیم (Nebulae) کی شکل میں پائے جاتے ہیں ان سے عمل تکثیف کے ذریعہ زمین جدا ہو کر وجود میں آئی۔ یہ سائنس کی دریافت ہے مگر یہ یاد رہے کہ میری قرآنی آیت کی وضاحت "شاید" پر مبنی ہے۔

یہ سوچنا فضول ہے کہ ان سائنسدانوں نے جو مسلمان نہ تھے قرآن پڑھ کر یہ تمام نظریات اور معادلات نکالے ہیں۔ ہاں انہوں نے قرآن کا مطالعہ کئے بغیر لاشعوری طور پر قرآن کی ہدایت پر پورا عمل کیا کہ اللہ نے انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ نا معلوم کو معلوم کر سکے۔ لہٰذا یہ سوچنا کہ سائنس کا ہر نظریہ غیر مسلم کو قرآن سے استفادہ کرنے سے حاصل ہوا ہے حماقت سے کم نہیں۔ اس سے قرآن حق ثابت نہیں ہوتا بلکہ ہجو ہوتی ہے۔ کیا ایک اچھا اور سچا مسلمان اس کی جرأت کر سکتا ہے؟ اب تک اسلام خطرے میں تھا ہمارے علمائے دین کی وجہ سے جنہوں نے ہمیں سائنس اور ٹیکنولوجی کے حصول سے روکے رکھا۔ مگر اب پھر مزید خطرے میں آرہا ہے جہاں ایک پڑھا لکھا مسلمان قرآن کو عین سائنس ثابت کر رہا ہے۔

آئندہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ قرآن کی وہ آیتیں جو کائناتی حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں ان کا موازنہ سائنس کے ان اصولوں سے کیا جائے جو تجربات وریاضیات سے حق ثابت ہو چکے ہیں۔ ایسے بہت سے اصول و حقائق ہیں۔ یہ وہی کر سکتے ہیں جن کی Speciality قرآن کی عربی اور جدید ریاضیاتی علم الکون ہوں یا ان دو ماہروں کا متفقہ فیصلہ۔ تخلیق کائنات کے متعلق سائنس کے سب نظریئے اب تک قیاسی ہیں اور کوئی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا جس کی تصدیق تمام علماء سائنس بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا قرآنی آیات کو ان سے جوڑنا قرآن کو اللہ کے بجائے ایک قیاسی اور فرضی کتاب ثابت کرنے کے برابر ہے۔ قرآن کی ہدایت کے مطابق حقائق تک رسائی کے لئے انسانی کوششیں جاری ہیں۔ کامیابی اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

اسی طرح دو مضامین دسمبر 2003ء (تا کہ میں پہچانا جاؤں ---) اور جنوری 2004ء (حقیقت ایک ہے ہر شئے کی---) نظر سے گزرے۔ اول الذکر نے دعویٰ کیا ہے کہ سائنس نے اپنے انقلابی نظریوں کو لفظ آخر کہا ہے۔ یاد رہے کہ سائنس نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کے نظریات لفظ آخر ہیں۔ موصوف نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وقت کا انحصار انسانی ادراک پر ہونا چاہئے۔ وقت ایک مانی ہوئی طبیعی حقیقت ہے جو کائنات کا چوتھا بُعد ہے۔ اگر وقت انسانی ادراک سے منسلک ہوتا ہے تو جب زمین اور انسان نہ تھے تو وقت بھی نہ ہوتا اور کائنات نہ ہوتی۔ یہ سب مشاہدات کے منافی ہیں۔ عام اضافیت میں چار ابعاد ہیں نہ کہ سات اور اب اسٹرنگ تھیوری میں گیارہ ابعاد جنم لے رہے ہیں۔ ثقل کی لہریں روشنی کی رفتار سے چلتی ہیں۔ منطق اور ریاضیات بالکل ایک ہی علم ہیں۔ چونکہ ریاضیات میں منفی اور مجازی (Imaginary) نمبر ہیں جو ریاضی حقیقت ہیں اس لئے فزکس میں بھی منفی اور مجازی طبیعی اشیاء ہونا لازمی ہے۔ مثلاً مجازی وقت کائنات کو اصلی وقت سے زیادہ اچھی طرح پیش کرتا ہے۔ لہٰذا بیسویں صدی کے تیسرے عشرے سے منفی طبیعی اشیاء فزکس میں شامل کرلی گئی ہیں۔ بلیک ہول کی دریافت آئنسٹائن کے بعد ہوئی گو نظریات میں شبہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ بلیک ہول سے جو روشنی یا ذرّات نکلتے ہیں وہ اس کے اندر سے نہیں بلکہ اس کی افقی ایونٹ (Event horizon) سے آتے ہیں۔ اس کا بعید کثیف مادّہ اطراف کی خلاء میں ثقلی لہریں پیدا کرتا ہے جو روشنی کی

رفتار سے چلتی ہیں۔ یہ بلیک ہول کے اندر نہیں ہوتیں۔ وقت گزرنے کا احساس حرکت سے ہوتا ہے۔ جو بچہ اندھیری غار میں ہو اس کا دل، پھیپھڑا، گردے خون سب حرکت میں آتے ہیں اس لئے اسے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا ہے جو مرنے کے بعد نہ ہوگا۔ بقول رسول اللہ ﷺ اگر آپ آخری نبی نہ ہوتے تو خلفائے راشدین میں سے کوئی ہوتا اس لئے سیدنا عمرؓ کا درجہ بہت بلند ہے۔ حضرت ساریہ کو ہدایت دینا کہ "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" ایک تاریخی حقیقت ہے مگر بزرگوں کو نماز کی نیت کے لئے قبلہ نظر آنایا ہر جمعرات کو ان کا اپنے مقام سے کعبے کو طواف کے لئے جانا بالکل لغو بات ہے۔ اللہ نے یہ کائنات فزکس کے اصولوں پر خلق کی ہے جس میں ریاضیات کے قانون لاگو ہیں۔ معجزات صرف نبیوں اور رسولوں کے لئے تھے جن میں فزکس کے اصولوں کو بہت ہی قلیل عرصے کے لئے درگزر کردیا جاتا تھا۔

مؤخر الذکر کا عنوان ہمہ اوست یا وحدت الوجود کی طرف اشارہ کرتا ہے جو توحید کے منافی ہے۔ سورج سجدے کے بعد کس سفر پر روانہ ہوتا ہے ؟اس کا ذکر نہیں ہے۔ موصوف سائنس کو دہریت قرار دیتے ہیں۔ فزکس کی بنیاد ہمارے حواس خمسہ پر قطعی منحصر نہیں ہے۔ فزکس مشاہدات اور ریاضیات کے دلائل کے بل بوتے پر آگے بڑھتی ہے جہاں حواس خمسہ کا گزر نہیں۔ مثلاً بہترین سے بہترین انسانی دماغ کے حواس خمسہ ان اربوں کھربوں مجراؤں (Galaxies) کو نہ دیکھ سکتے تھے نہ ان کے وجود سے واقف ہو سکتے تھے جو کائنات میں یکساں کثافت سے پھیلی ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے پرے ہٹتی جارہی ہیں اگر دوربین کے مشاہدوں سے یہ حقائق سامنے نہ آتے۔ مثلاً اضافی نظریے کے دو یکساں فارمولے کتلے یا کمیت (Mass) اور وقت کے دئے گئے ہیں جن کا انحصار رفتار پر ہے۔ وقت کا جو فارمولہ ہے وہ بالکل غلط ہے اور فزکس میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اصلی فارمولے کو دیکھتے ہوئے یہ فارمولہ طباعت کی غلطی بھی نہیں ہو سکتی۔ جب کسی علم کا بنیادی پہلو ہی صاف نہ ہو تو باقی مضمون کا کیا کہنا۔ بس الفاظ کی الٹ پھیر ہے اور کچھ نہیں۔ تفصیل میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ خلاء زمان و مکاں اور کائنات میں مادّے کی نوعیت کو سمجھنا ہر کس وناکس یا صوفیوں اور فلسفیوں کی بس کی بات نہیں رہی۔ اس کے لئے بیحد اونچی ریاضیات کی ضرورت ہے جس کے بغیر گاڑی آگے نہ بڑھ سکے گی۔ اٹکل پچو باتوں سے سائنس کی گاڑی کو آگے بڑھنے سے روکا نہیں جاسکتا جس کی بنیاد تجربات و مشاہدات اور ریاضیات پر ہے۔ اس بڑھتے علم کے دور میں اللہ ہماری رہنمائی کرے اور ہمیں حقائق کو سمجھنے اور صحیح علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راشد حسین

امرود : ایک قبض کشا پھل

عام فہم نام	:	امرود
انگلش نام	:	گواوا(Guava)
نباتاتی نام	:	Psidium Guajava. L.
کناری نام	:	جام پھل
بنگالی نام	:	پیارا
مراٹھی نام	:	پیرو
سنسکرت نام	:	پارے وت

طب یونانی میں امرود کو مفرح اور مقویٔ قلب پھل کہا گیا ہے۔ یہ لذیذ بھی ہے اور شیریں بھی ہے، مفید بھی ہے اور موثر بھی۔ یوں تو یہ ساری دنیا میں پایا جاتا ہے لیکن کہتے ہیں کہ یہ وسطی امریکہ کا پودا ہے جو اپنے بے پناہ خواص کی وجہ سے تمام دنیا میں پھیل گیا۔

امرود مرٹیسی (Myrtaceae) خاندان کا پودا ہے۔ یہ 15 میٹر تک اونچا ہو سکتا ہے۔ پتیاں آم کی طرح ہوتی ہیں جن کے ایک طرف چونچ ہوتی ہے۔ تنے پر گہرے بھورے رنگ کے چھلکے ہوتے ہیں۔ پھول سفید اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ کچے پھل کا رنگ ہرا ہوتا ہے، جو پکنے پر پیلا ہو جاتا ہے۔ گودا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ بیج سخت ہوتے ہیں۔ امرود کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سال میں دو بار پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باغ بھی ہوتے ہیں اور لوگ گھروں میں بھی بو لیتے ہیں۔

مزاج : گرم اور تر ہے۔

افعال اور استعمال

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امرود لذیذ خوشنما اور موثر



امرود کا پھل، پھول اور پتے



ڈائجسٹ

پھل ہے۔ قبض کو، حکیم حضرات اُم الامراض کا نام دیتے ہیں۔ یعنی قبض تمام بیماریوں کی ماں ہے۔ مستقل قبض رہنے پر انسان کو لاتعداد بیماریاں اپنے پنجے میں جکڑ لیتی ہیں۔ قبض کے جو مختلف علاج ہیں ان میں سب سے زیادہ دقت یہ ہے کہ دوا استعمال کرنے سے اجابت تو ہو جاتی ہے مگر دوسرے روز قبض کی پھر شکایت ہو جاتی ہے اور دوبارہ دوا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس سے مریض دوا کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر پکے ہوئے امرود سے پیٹ ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے تو پھر آسانی سے قبض کا علاج ممکن ہے۔ امرود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قبل از طعام قابض ہے اور بعد از طعام ملین۔ اسی لئے اس کو کھانے کے بعد کھانا چاہئے اور کھاتے وقت اس پر نمک اور سیاہ مرچ ضرور لگا لینا چاہئے۔

کیمیائی حقائق

نمی (Moisture)	76.1	فیصد
پروٹین (Protein)	1.5	فیصد
چربی (Fat)	0.2	فیصد
معدنی اجزاء	0.8	فیصد
ریشہ دار اجزاء	6.9	فیصد
کیلشیم	.01	فیصد
فاسفورس	.04	فیصد
فولاد (100 گرام میں)	.04	ملی گرام
کیلوری (100 گرام میں)	66	کیلوری

موسم سرما میں امرود بے خوف ہو کر کھا سکتے ہیں لیکن موسم برسات میں امرود کے اندر کیڑے اکثر مل جاتے ہیں اس لئے برسات کے موسم میں امرود کو کاٹ کر اچھی طرح تسلی کر لینی چاہئے کہ کہیں اس میں کیڑے تو نہیں ہیں۔ امرود کا جام بھی بہترین ہوتا ہے۔ یہ مفرح اور مقوی قلب ہے۔ اس کے مسلسل استعمال سے بھوک بڑھ جاتی ہے۔ دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مفید ہے۔ نکسیر اور بواسیر میں مفید ہے۔ پیشاب کی جلن کو ٹھیک کرتا ہے۔ امرود کے بیج بھی فائدہ مند ہیں اور کیڑوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ کھانسی کے لئے اکثر گاؤں میں لوگ کچے پھل کو گرم راکھ میں رکھ کر پکا لیتے ہیں اور اس میں سیاہ مرچ اور نمک لگا کر کھانے سے کھانسی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ امرود کے پتوں میں بھی بہت زیادہ طبی خواص پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف طریقوں سے پتے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں جنازے کے غسل کے پانی میں امرود کے پتے پکائے جاتے ہیں۔ بولیویا ملک میں پتیوں کا جوشاندہ کھانسی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کئی ممالک میں پتیوں کا جوشاندہ دست اور پیچش میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چین اور جاپان میں مونک (بودھ پادری) قوت مردانہ کو دبانے کے لئے امرود کی جڑوں کو پکا کر پیتے ہیں۔ تجربہ گاہوں میں تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ امرود میں کینسر کو ختم کرنے کے اثرات بھی موجود ہیں۔



ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی، نئی دہلی

علم اک لازوال دولت ہے

علم سے آدمی کی عزت ہے — علم سے آدمی کی شہرت ہے
علم سے وقار مَردوں کا — علم سے عورتوں کی زینت ہے
علم ہی ہے کلید قفل ظفر — علم ہی وجہہ فتح و نصرت ہے
علم سے چاند پر گیا انسان — علم معراج آدمیت ہے
علم سے کوئی شئے نہیں افضل — اس کو ہر چیز پر فضیلت ہے
علم سے بڑھ کے کچھ نہیں ہمدم — علم قدرت کی ایک نعمت ہے
علم دین اور دنیا کی — آج یکساں ہمیں ضرورت ہے
دینی ودنیا میں سرخرو ہے وہی — علم ودانش سے جس کو رغبت ہے
"علم میرا بڑھا خدائے کریم" — آئی قرآن میں یہ آیت[1] ہے
"ابتداء میں کلام تھا" موجود — اس کی انجیل میں شہادت ہے
وجہ تسخیر کائنات ہے علم — یہ کہانی نہیں حقیقت ہے
صدقۂ جاریہ ہے صدقۂ علم — ملک وملت کی اک یہ خدمت ہے
یہی پیشِ نظر ہے اسلم[2] کے — جس سے ظاہر خلوص نیت ہے
آج سائنس کا زمانہ ہے — اوجِ قسمت کی یہ ضمانت ہے
اس رسالے[3] کا اصل مقصد بھی — علم سائنس کی اشاعت ہے
یہ یقیناً جہانِ دانش میں — قابل قدر ایک خدمت ہے
اس کی ترویج ملک وملت میں — وقت کی اک اہم ضرورت ہے

[1] رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا [2] ڈاکٹر محمد اسلم پرویز مدیر ماہنامہ سائنس۔ [3] ماہنامہ سائنس نئی دہلی

اُردو اکادمی دہلی

اکادمی کی اشاعتی سرگرمیاں

اُردو اکادمی دہلی نے گزشتہ سال راجدھانی میں اردو زبان کے شعر و ادب اور اردو صحافت کے فروغ کے لیے انتھک جدوجہد کی ہے اور تمام وسائل کو بروئے کار لاکر اردو کی ترقی کے لیے جو سرگرم اور فعال رول ادا کیا ہے اس سے نہ صرف قومی دارالسلطنت کے علاقہ میں اردو کی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کا عمل تیز تر ہوا بلکہ اس کے لیے ایک خوشگوار اور حوصلہ افزا ماحول بھی پیدا ہوا ہے۔ دہلی کی منتخب سرکار نے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اردو اکادمی کی یہ بھی خوش نصیبی رہی ہے کہ اس کی چیئر پرسن دہلی کی وزیر اعلیٰ محترمہ شیلا دیکشت ہیں جو اردو کی سچی ہمدرد ہیں اور راجدھانی میں اس زبان کو اس کا جائز حق دلانے کی حتی الوسع کوشش کر رہی ہیں۔ اسی کے تحت انھوں نے اردو کو دہلی میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ بھی دلایا ہے۔ اُن کی سربراہی میں اکادمی اشاعتی اور ادبی میدان میں اردو کی ترویج و ترقی کے لیے مندرجہ ذیل اہم خدمات انجام دے رہی ہے:

ماھنامہ ایوان اردو

اردو اکادمی کی جانب سے ایک ماہنامہ ادبی جریدہ "ایوانِ اُردو" پابندی سے شائع ہو رہا ہے اس کا شمار ملک و بیرون ملک کے مقبول ترین رسالوں میں ہوتا ہے۔ اس میں تحقیقی و تنقیدی مضامین کے علاوہ افسانے / غزلیں / نظمیں / انشائیہ / خاکے اور تاریخی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ ماہ بہ ماہ اُردو ادب کی دنیا میں ہونے والے پروگراموں کی خبریں، تازہ ترین مطبوعات پر تبصرے وغیرہ خاص انتخاب کے ساتھ شامل اشاعت کیے جاتے ہیں۔ اس کی قیمت عام رسالوں کے مقابلہ بہت کم یعنی صرف سات روپے فی شمارہ اور ۸۰ روپے سالانہ رکھی گئی ہے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ افراد مستفید ہو سکیں سال میں کم سے کم ایک بار کوئی خاص نمبر بھی شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ادیبوں و شاعروں کے گوشے بھی ایوانِ اردو میں شامل کیے جاتے ہیں۔ ہمیں اس مضمون کے درجنوں خط موصول ہوتے ہیں کہ "ایوان اردو" نے نہ صرف اپنا معیار قائم کیا بلکہ روز افزوں بہتری کی طرف گامزن ہے۔

بچوں کا ماھنامہ "امنگ"

اردو اکادمی کا ماہنامہ رسالہ "اُمنگ" آج کل کے بچوں کے مزاج کو ذہن میں رکھتے ہوئے ترتیب دیا جاتا ہے اس رسالہ میں بچوں کی تعلیم و تربیت دونوں کا دھیان رکھا جاتا ہے۔ کارٹون / دنیا کی عجیب و غریب کہانیاں / کھیل کود / پہیلیاں / لطیفے / عام معلومات / کامکس وغیرہ سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی قیمت صرف پانچ روپے ہے اور سالانہ چندہ صرف پچاس روپے جس کی وجہ سے اس کی اشاعت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس رسالہ کی مقبولیت نہ صرف بچوں میں ہے بلکہ نوجوان بھی اس کی دلدادہ نظر آتے ہیں۔ اس کی عمدہ طباعت و معیار کو بھی بے حد پسند کیا جاتا ہے۔

کتابوں کی اشاعت

اکادمی نے اب تک ۱۳۰ کتابیں شائع کی ہیں ان کے علاوہ چند کتابیں اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ اس کے علاوہ دہلی کی ثقافت و تاریخ سے متعلق بہت سی نادر و نایاب اور کمیاب کتابوں کو بھی اکادمی نے از سر نو مرتب کرا کے شائع کیا ہے جو کہیں بھی دستیاب نہیں تھیں۔ اکادمی اپنے منعقدہ سمیناروں کے مقالات پر مشتمل کتابیں بھی شائع کرتی ہے۔

کتابوں کی نمائش

ملک کے مختلف شہروں میں ہونے والی کتابوں کی نمائش اور بین الاقوامی کتاب میلہ میں اُردو اکادمی ضرور شرکت کرتی ہے تاکہ اردو کی نمائندگی ہر شہر میں ہو۔ ایسے میلوں میں شرکت کا مقصد محض تجارتی نہیں ہوتا بلکہ ہندوستان اور بیرونِ ملک ہر جگہ اپنی نایاب کتابوں کے ذریعہ اردو اکادمی کو روشناس کرانا اور ادب میں اپنی پہچان بنانا اور اس طرح اردو کی ترقی و ترویج میں فعال کردار ادا کرنا خاص مقصد ہوتا ہے۔

مسودات پر مالی اعانت

کتابیں شائع کرنے کے لیے اکادمی ہر سال مصنفین کو مالی تعاون دیتی ہے۔ یہ مالی تعاون کتاب کی چھپائی پر آنے والے خرچ کا 85% یا پندرہ ہزار روپیہ جو بھی کم ہو، وہ دیا جاتا ہے۔ اس میں اب تک اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ ایسے مصنفین کی کتابیں ضرور شائع کرائی جائیں جو اس حالت میں نہیں ہیں کہ اپنی تصنیفات خود شائع کرا سکیں۔

این.سی.ای.آر.ٹی اور ساھتیہ اکادمی کی اُردو مطبوعات کی سپلائی

اردو اکادمی نے این سی ای آر ٹی اور ساہتیہ اکادمی کی اُردو مطبوعات کو سارے ہندوستان میں سپلائی کرنے کی ذمہ داری بھی لے رکھی ہے تاکہ حسب ضرورت اردو کتابیں بروقت مہیا کرائی جا سکیں۔

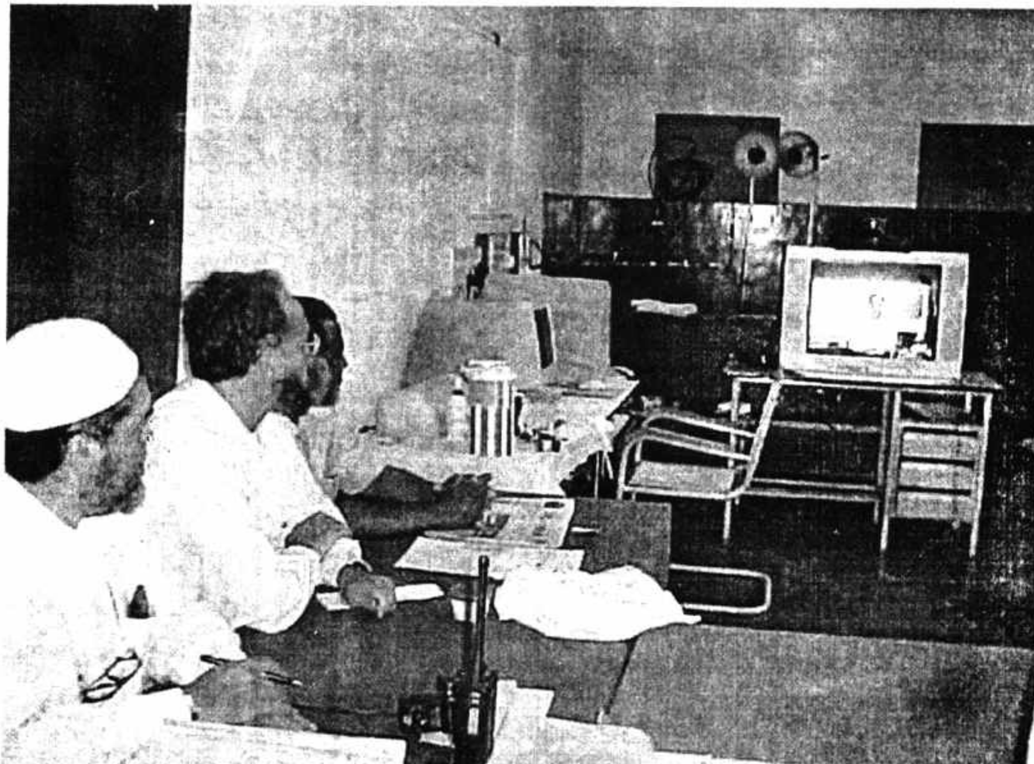
م.افضل
وائس چیئرمین

مرغوب حیدر عابدی
سکریٹری

۵۔ شام ناتھ مارگ، دہلی۔ ۱۱۰۰۵۴   فون : 23830636, 23830637

مقبول احمد سراج۔ بنگلور*

ویڈیو کورٹ اور ٹیلی میڈیسن نیٹ ورک



قیدیوں کو اسپتال یا عدالت لے جانا پولیس کے لیے دردِ سر سے کم نہیں۔ اکثر قیدی فرار کے لیے ایسے ہی موقعوں کی تلاش کرتے ہیں۔ مگر بنگلور کی سینٹرل جیل نے نئی ملٹی میڈیا سہولیات کی مدد سے اب جیل کو ویڈیو لنک کے ذریعے اسپتالوں اور عدالتوں سے مربوط کر دیا ہے۔ قیدی اب جیل کے احاطے کے اندر ہی ویڈیو کورٹ اور ٹیلی میڈیسن نیٹ ورک کے ذریعے مجسٹریٹ اور ڈاکٹروں سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح اس نئی سائنسی تکنیک نے قیدیوں کے فرار ہونے کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔

پچھلی مئی میں جب بنگلور کی سینٹرل جیل شہر کے مرکزی حصے سے مضافات میں واقع گاؤں پر پنا اگراہارا (Parapana Agrahara) منتقل ہوئی تو جیل کے حفاظتی عملے کے لیے قیدیوں کو شہر لے جانا اور بھی زیادہ کارِ محال ہو گیا۔ روزانہ تقریباً 500

* مقبول احمد سراج بنگلور کے روزنامہ "میٹرو ٹوڈے" کے نیوز ایڈیٹر اور بنگلور میں بی بی سی ورلڈ کے سروس نامہ نگار ہیں۔



پیش رفت

قیدیوں کو 20 تا 30 گاڑیوں کے ذریعے شہر لانا کافی جوکھم کا مسئلہ تھا۔ مگر ہائی کورٹ نے حکام کو ہدایت دی کہ وہ بنگلور کی انفارمیشن ٹیکنالوجی کی فرموں سے ربط پیدا کر کے سینٹرل جیل کو عدالتوں اور اسپتالوں سے مربوط کر دیں۔ عدالت نے کہا کہ ملٹی میڈیا سہولیات کے ذریعے جیل کے احاطے میں ہی ویڈیو کورٹ اور ٹیلی میڈیسن نیٹ ورک اسپتال قائم کیا جائے۔ اور ان سہولیات کے قیام میں کوئی ایک ماہ کا عرصہ لگا۔

اب جیل کے ہی ایک کمرے کو ویڈیو کورٹ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب قیدی سماعت کے لیے اسی ویڈیو عدالت میں پیش ہوتے ہیں اور 20 کلو میٹر دور شہر میں بیٹھے مجسٹریٹ سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ دونوں باہم ویڈیو اسکرین پر ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے بتایا کہ جیل میں فی الحال 3300 قیدی ہیں جن میں 80 فیصد افراد زیر تحویل یا Under Trial ہیں۔ (یعنی جن پر مقدمات چل رہے ہیں اور سزا کا اعلان نہیں ہوا ہے) ان میں سے 400 سے 500 زیر تحویل افراد کی عدالتوں میں روزانہ پیشی ہوتی ہے اور زیادہ تر مقدمات میں پیشی کی تاریخوں کو محض ملتوی کیا جاتا ہے۔ البتہ ویڈیو کورٹ کو فی الوقت صرف قیدیوں کے بیانات درج کرنے یا ریمانڈ کی تاریخوں میں توسیع کی خاطر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر جرح درکار ہو تو قیدی کو اب بھی کورٹ ہی لایا جاتا ہے۔

دوسری جانب جیل کے اسپتالوں سے ٹیلی میڈیسن نیٹ ورک نے شہر کے کئی اسپتالوں سے رابطے کو آسان بنا دیا ہے۔ جیل کے میڈیکل آفیسر نے بتایا کہ جیل کی اسپتال محض معمولی شکایات سے نمٹ سکتی ہے۔ کئی قیدیوں کو قلبی امراض، گردے کے نقائص یا دماغی شکایات کے لیے شہر کے مخصوص طبی مراکز کو لے جانا ہوتا ہے۔ لہٰذا سینٹرل جیل کا یہ معمولی اسپتال اب شہر کے نارائن ہردیالیہ (قلبی اسپتال)، اگروال آئی اسپتال، نمہانس (Nimhans) دماغی اسپتال اور کسی ایک گردوں کے اسپتال سے جوڑ دیا گیا ہے۔

راقم نے جیل سے اس نیٹ ورک پر نارائن ہردیالیہ کے ڈاکٹر بومئی سے گفتگو کی۔ بومئی نے ہمیں بتایا کہ جہاں ڈاکٹر اور مریض روبرو اسکرین پر بات چیت کر سکتے ہیں وہیں مریض کا ECG، بلڈ پریشر وغیرہ سے متعلق ڈاٹا کمپیوٹر کے ذریعے فوری اسپتال بھیجے جاتے ہیں۔

ان دو سہولتوں کے نتیجے میں جیل کے حفاظتی عملے کو کافی راحت ملی ہے۔ محکمہ جیل کے ڈی۔ آئی۔ جی۔ ایس۔ این بور کر نے بتایا کہ بنگلور سینٹرل جیل کو اسپتالوں اور عدالتوں سے مربوط کرنے کے عمل پر کوئی سات لاکھ روپے کے مصارف آئے۔ ان سہولیات کا آغاز ماہ مئی کے اواخر میں ہوا اور پچھلے نو ماہ میں محکمہ جیل نے ٹرانسپورٹ اور حفاظتی عملے کے مصارف میں اس سے کچھ زیادہ رقم کی بچت کی ہے۔

جیل کے حکام ان نئی سہولیات سے مسرور ہیں مگر قیدی بیرونِ جیل کی دنیا کے نظاروں سے محظوظ ہونے کے مواقع کھونے پر غمگین ہیں۔

ڈاکٹر بدر الدجیٰ خاں، طبیہ کالج علی گڑھ

مسلمانوں کے طبی و سائنسی کارنامہ

تاریخ کے آئینے میں

مسلمانوں کے یہاں علم کا بنیادی ماخذ قرآن کریم اور تعلیمات اسوۂ رسولؐ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہر مروجہ ذریعہ علم کو بھی استعمال کیا۔ ان کے بنیادی فکر اور مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والے باہمی امتزاج اور مباحث ہی نے انہیں اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ اکثر علوم کی تصدیق اور پرکھ کے لیے تجربے کو استعمال کریں۔ تجرباتی بنیادوں پر مبنی علم "سائنس" کو مسلمانوں کے یہاں عمومی قبولیت حاصل تھی کیونکہ اس میں بنیادی اصولوں کو استعمال کیا جاتا تھا جس کی طرف مسلمانوں کی مذہبی کتاب "قرآن مجید" رہنمائی کرتی ہے۔ قرآن کریم نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ یقین یعنی علم کے تین ارتقائی پیمانے ہیں:

☆ علم بذریعہ استنباط جسے استدلال یا عقلی علم بھی کہتے ہیں اسے علم الیقین کا نام دیا گیا۔

☆ علم بذریعہ مشاہدہ جسے حسی یا مشاہداتی علم بھی کہتے ہیں اسے عین الیقین کا نام دیا گیا۔

☆ علم بذریعہ تجربہ جسے وارداتی یا تجرباتی علم بھی کہتے ہیں اسے حق الیقین کا نام دیا گیا۔

> ابن سینا کی کتاب "القانون" بصری کی "الحیوان" اور ابوالقاسم کی جراحی ستر ہویں صدی عیسوی تک یورپ میں کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں۔ ان کتابوں میں انسانی دماغ اور اعصاب کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ ابن سوری کی کتاب میں خشک بوٹیوں کی رنگین تصاویر بنی ہوئی تھیں یہ کتاب عربوں کی پہلی رنگین مصور کتاب قرار دی جاچکی ہے۔

مسلمانوں نے صرف یونان، ہند اور ایران کی مشہور کتابیں ترجمہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ علم کی شاخوں کو ترقی بھی دی۔ ستاروں کی چال ڈھال پر غور و فکر کے بعد کائنات سے متعلق بہت سی باتیں دریافت کیں۔ علم تشریح و اعضاء کی جانب توجہ دی امراض کے اسباب بیان کئے اور علاج کے طریقے دریافت کئے، شفاخانے بنوائے ۔ جغرافیہ، فلسفہ، کیمیا، طبعیات، ریاضی اور فن تعمیر میں کمال پیدا کیا۔

عرب جراحی میں کلوروفارم استعمال کرتے تھے، جب کہ مسیحی رہنما طب کو حرام قرار دے رہے تھے۔ مختلف امراض اور ان کے علاج میں مسلمان اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ عصر جدید تک جس قدر ادویات تیار کی جاتی ہیں ان کی تیاری کے لیے عربی قرابادین کو سامنے رکھا جاتا رہا۔ ابن سینا کی کتاب "القانون" بصری کی "الحیوان" اور ابوالقاسم کی جراحی ستر ہویں صدی عیسوی تک یورپ میں کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں ۔ ان کتابوں میں انسانی دماغ اور اعصاب کی

تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ ابن سوری کی کتاب میں خشک بوٹیوں کی رنگین تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ یہ کتاب عربوں کی پہلی رنگین مصور کتاب قرار دی جاچکی ہے۔ مُردوں پر عمل تقطیع اگرچہ اسلام کی رو سے حرام ہے۔ لیکن ابن ماسویہ نے ایک لنگور پر عمل جراحی کرکے اعضاء کی صحیح صحیح تصویر پیش کی تھی اس نے دوران خون کا جدید نظریہ بھی پیش کیا تھا۔

طب میں الکندی کا عجیب وغریب کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مرکب دواؤں کے اثر کو موسیقی کی طرح ہندسی تناسب پر مبنی قرار دیا۔ کندی نے اپنے زمانہ کی مفرد دواؤں کی صحیح خوراک کا تعین کیا۔

اسلامی سائنس میں تاریخی طبری کو بڑا مقام حاصل ہے اس کا مصنف ابو موسیٰ علی بن طبری تھا۔ طب کے میدان میں بھی طبری کا نام سرفہرست ہے۔ "فردوس الحکمت" اس کے معرکتہ الآراء تصنیف ہے اس میں فلسفہ، موسم، حیوانات، علم تولید، نفسیات اور فلکیات کے متعلق بہت کچھ درج ہے جسے باقاعدہ سائنس کا درجہ حاصل ہے۔ طبری نے اس میں کوئی بات بلا تحقیق اور ثبوت کے درج نہیں کی اس کی یہ کتاب آج بھی اسی طرح مستند حیثیت رکھتی ہے۔

طبری کے ہونہار شاگرد، دنیا کی پہلی انسائیکلو پیڈیا "الحاوی" کے مصنف اور نویں صدی کے سب سے بڑے طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے چیچک کا ٹیکہ ایجاد کرکے اسلامی طب کو دنیا میں ایک ممتاز مقام عطا کیا۔ اس نے بھی تجرباتی طریقہ کو آگے بڑھایا۔

رازی کے نزدیک معلوم کردہ حقائق کو تسلیم کرنا ضروری نہیں جب تک وہ تجربہ میں صحیح ثابت نہ ہوں۔ گویا وہ تحقیق مزید کا قائل تھا۔ اس کے نزدیک ہر وہ تجربہ تحریر کیا جانا اور آزمائش میں ڈالا جانا ضروری ہے جس کی علت کے بارے میں ہم تاریکی میں ہوں۔ ابوبکر بن زکریا رازی کو طب کے علاوہ جراحی میں بھی دخل تھا۔ اس نے ہی زخم کو کھلا رکھنے کی ترکیب سب سے پہلے دریافت کی۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ چیچک اور خسرہ کی تشخیص مغربی ڈاکٹروں نے کی لیکن یہ غلط ہے۔ رازی نے چیچک اور خسرہ پر اپنا رسالہ "کتاب

الجدری والحصبہ" لکھا جو کہ دنیا کی وبائی امراض پر پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب نے سترہویں صدی تک اسے طب کا امام تسلیم کرایا۔

رازی سے ایک سو سترہ کتابیں اور اٹھائیس رسالے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف بارہ تصانیف علم کیمیا پر ہیں۔ ان سب میں ان کی ممتاز تصنیف الحاوی ہے۔ رازی نے اس میں یونانی، ہندی اور ایرانی طب کی روح سمودی ہے۔ دسویں صدی میں میٹریا میڈیکا لکھنے کا سہرا ابو موفق منصور کے سر بندھتا ہے۔ اس میٹریا میڈیکا میں 505 ادویات تجویز کی گئی تھیں جن میں 386 نباتات سے 75 معدنیات اور 44 حیوانات سے حاصل کی گئی تھیں۔ موفق ادویہ کے مختلف عوامل کا فرق بھی جانتا تھا۔

نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ دنیا کا پہلا نامور جراح اور سرجن ابوالقاسم زہراوی تھا جس نے انسانی اعضاء کی تحقیق کے لئے اجسام کی چیر پھاڑ پر زور دیا۔ اس کی شہرۂ آفاق کتاب "التصریف" ہے جس میں اس نے مثانے کی پتھری توڑنے کی دواؤں کے نام اور آپریشن کے لیے نام تجویز کیا۔ یوروپی ڈاکٹر خواہ کتنے مشہور ہو جائیں لیکن یہ حقیقت کبھی بھی چھپ نہیں سکتی کہ ابوالقاسم زہراوی ان سب کا امام تھا۔ سرجری کے متعلق اس کا پہلا باب داغنے کے سلسلے میں تھا۔ زہراوی نے سر سے پیر تک تمام امراض کا علاج داغنا تجویز کیا۔ اس نے داغنے کے مختلف آلات، ان کی تفصیل اور استعمال کا طریقہ بتایا۔ اس کے علاوہ عمل جراحی پر کافی تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ دانت آنکھ، حلق، مثانے، بواسیر اور خنازیر وغیرہ کے آپریشن کا ذکر کیا ہے۔

زہراوی نے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے، اترے ہوئے جوڑوں کو چڑھانے ناکارہ عضو کاٹنے، اور ہر قسم کے پھوڑوں کو چیرنے کی تفصیل بیان کی ہے۔ زہراوی نے سر کے آپریشن کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ وہ جراثیم کے نظریئے سے واقف تھا اور جراثیم کش ادویات کے استعمال کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیتا تھا۔ طب کی بائبل "القانون" کا مصنف اور تھرمامیٹر کا موجد ابوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا 980 میں بخارا میں پیدا ہوا۔ اس کی کتاب "القانون" شیخ الحکمت اٹھارہویں صدی عیسوی تک یورپ میں پڑھائی جاتی رہی۔ القانون میں ابن سینا نے تپ دق کو متعدی مرض قرار دیا۔ انتڑیوں میں پیدا ہونے والے کیڑوں اور ان سے ظاہر ہونے والی بیماریوں کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ بیماریاں پانی اور مٹی کے ذریعے پھیلتی ہیں۔ اس نے جلدی امراض کی وضاحت کی جنسی امراض، عصبی بیماریوں، نفسیات اور دیگر کئی امراض کے متعلق نئی باتیں دریافت کیں۔

> یہ مسلمان بیک وقت عالم طبیعیات، عالم دینیات، عالم ریاضیات اور خدا پرست تھے اس لیے انہوں نے سائنس کو کبھی لادین اور مادہ پرست نہیں ہونے دیا جیسا کہ بعد کے یوروپی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اور سائنس کے درمیان ایک زبردست جنگ جاری ہے۔

ابن رشد ایک بڑا مشہور نام ہے جو کہ قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ ابن رشد جدید زمانے کا فلسفی تھا۔ وہ مادیت کا بہت زیادہ قائل تھا۔ ابن رشد پہلا شخص تھا جس نے یہ دریافت کیا کہ آنکھ میں بصارت کا عمل پتلی پر نہیں ہوتا بلکہ آنکھ کے اندر پردہ شبکیہ پر اس شئے کا الٹا عکس پڑتا ہے جسے آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے۔

ابن بیطار ایک ماہر نباتات اور گھوڑوں کے ڈاکٹر کے طور پر مشہور تھا۔ اندلس کا رہنے والا تھا۔ ابن بیطار نے دور دراز کا سفر کر کے ہزاروں جڑی بوٹیاں اکٹھا کیں۔ ان کے خواص معلوم کر کے اس نے اپنی کتاب جامع المفردات لکھی۔ یہ کتاب چودہ سو جڑی

بوٹیوں پر انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ علم ریاضی سے مسلمانوں کو خصوصی دلچسپی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں دنیا کی ریاضی اور ہیئت میں چینیوں کے بعد مسلمانوں نے بلند پایہ تحقیقات کا اگلا قدم اٹھایا۔ اور علم حساب کو زیادہ عملی رنگ دینے کی کوشش کی۔ علم حساب کو پروان چڑھانے میں مسلمانوں نے سب سے پہلے اقلیدس کی "مفاجات" کے تراجم کئے۔

الجبرا خصوصی طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ مامون کے عہد میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے علم حساب میں الجبرے کا اضافہ کیا۔ خوارزمی کے بعد احمد النہاوندی نے کسوری تقسیم اور جز المربع دریافت کرنے کے طریقوں کی وضاحت کی۔ عمر خیام نے الجبرے کو بہت ترقی دی اور سہ درجی مساوات کے حل کو فروغ دیا۔

الجبرے کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی ایجاد ٹرگونامیٹری تھی۔ یہ ایجاد البتانی نے کی تھی۔ اس نے لفظ شیبا استعمال کیا تھا جو لاطینی میں سائن کی شکل اختیار کر گیا۔ علم المثلثات میں عبدالرحمان صوفی کا نام صفِ اوّل پر ہے جو ماہر فلکیات بھی تھا۔ اس نے اپنے مشاہدات پر مبنی باتصویر کتاب صورت الکواکب لکھی جواب بھی بڑی مدت کے متغیر اور سست رفتار ستاروں کی تحقیقات میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ تیرہویں صدی میں علم مثلثات کو جو ترقی ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ اس صدی کے نصف حصے میں مراکش میں زیادہ کام ہوا۔ مسلمانوں نے ریاضی اور الجبرے میں نمایاں کام انجام دیئے تھے جن کو یورپ والوں نے مصلحتاً یا متعصباً اپنے نام سے منسوب کر لیا۔

مسلمانوں نے صرف نظری سائنس پر ہی توجہ نہیں دی تھی بلکہ عجیب وغریب تکنیکی ایجادات بھی کی تھیں۔ اموی خلفاء کے وقت میں پہاڑی چشموں کا پانی گھر گھر پہنچتا تھا۔ مامون کا عہد تکنیکی ایجادات کے لیے بہت مشہور ہے۔ مامون کے حوض میں مصنوعی چڑیاں بنی ہوئی تھیں جو ہوا چلنے پر گاتی تھیں۔ حکم بن ہاشم نے ایک چاند بنایا تھا جو ماہ نخشب کے نام سے مشہور تھا۔ وہ نخشب نامی کنویں سے طلوع ہوتا تھا اور تقریباً دوسو مربع میل کا علاقہ روشن کرتا تھا۔ یہ سورج نکلتے ہی ڈوب جاتا تھا اور اس کے غروب ہونے پر نکل آتا تھا۔ تبریز وہ پہلا مقام ہے جہاں تیرہویں صدی عیسوی میں بلاک پرنٹنگ کے استعمال کا پتہ چلا۔

اسپین کے ایک مسلم سائنس داں ابوالقاسم ابن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اول عینک کا شیشہ، دوم وقت ناپنے والی گھڑی، سوم ایک ایسی مشین جو ہوا میں اُڑ سکتی تھی۔ اسی طرح ابراہم الفرازی خلیفہ منصور کے عہد کا پہلا مسلمان سائنسداں انجینئر تھا جس نے پہلا اصطرلاب تیار کیا تھا۔ ابن سینا کے استاد ابوالحسن نے پہلی دوربین ایجاد کی تھی۔ مسلمانوں کے بنائے ہوئے پانچ سماوی کرّے آج بھی یورپ کے عجائب گھروں کی زینت ہیں۔

سائنس کو اس کی بنیادیں اسلامی دور میں عطا ہوئیں گویا یہ مسلمان تھے جنہوں نے سائنس کو فکری انداز سے نکال کر عملی استحکام بخشا اور نظری علوم کی صنف سے نکال کر تجرباتی بنیادوں پر استوار کرنا شروع کیا۔ اس عظیم الشان دور کے مسلمان سائنسدانوں کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ قرون اولیٰ 600 سے 1000ء تک قرون وسطیٰ 1000 سے 1500ء تک۔ قرون اولیٰ میں قرون وسطیٰ کی بہ نسبت زیادہ کام ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب یوروپ پر مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان کے یہاں کتاب تک رکھنا جرم قرار دیا جا چکا تھا۔ ان مسلمان علماء اور سائنس دانوں نے ایسی راہ ہموار کی جس پر تہذیب کا قافلہ چلتا ہوا یوروپ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مسلمان بیک وقت عالم طبیعیات، عالم دینیات، عالم ریاضیات اور خدا پرست تھے اس لیے انہوں نے سائنس کو کبھی لادین اور مادّہ پرست نہیں ہونے دیا جیسا کہ بعد کے یوروپی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اور سائنس کے درمیان ایک زبردست جنگ جاری ہے۔

میراث

سب سے پہلا مسلمان سائنس داں عبد الملک الاصمعی کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے وقت کا بہت بڑا ماہر حیاتیات تھا اس نے علوم حیوانات و نباتات اور انسان کی پیدائش و ارتقاء پر مقالے لکھے۔ الاصمعی کے ہم عصر ابرہیم الفرازی نے خلیفہ منصور کے حکم سے ہندی کتاب سدھانت کا ترجمہ عربی میں کیا۔ یہ ترجمہ 773ء میں ہوا۔ اس نے اعداد و حساب کا رخ موڑ دیا۔ صفر اور دوسرے اعداد کو لکھنے کا آسان طریقہ دریافت ہوا۔ بعد ازاں یہی ہند سے عربی ہندسے کے نام سے مشہور ہوئے۔

کیمیا کا بابا آدم ابو موسیٰ جعفر، جابر بن حیان بھی الاصمعی کا ہم عصر تھا۔ اس کو کیمیا کا بانی مانا جاتا ہے۔ وہ کیمیا کے تمام تجرباتی عملوں سے واقف تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کیمیا میں سب سے ضروری چیز تجربہ ہے۔ جو شخص اپنے علم کی بنیاد تجربے پر نہیں رکھتا ہے وہ ہمیشہ غلطی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے جابر پہلا کیمیاداں ہے جس نے مادّے کو عناصر اربعہ کے نظریئے سے نکالا۔ جابر بن حیان پہلا شخص تھا جس نے مادّے کی تین حصوں میں درجہ بندی کی، نباتات حیوانات اور معدنیات۔ بعد ازاں معدنیات کو بھی تین گروہوں میں تقسیم کیا۔ پہلے گروہ میں بخارات بن جانے والی اشیاء رکھیں۔ انہیں روح کا نام دیا۔ دوسرے گروہ میں آگ پر پگھلنے والی اشیاء مثلاً دھاتیں۔ اور تیسرے گروہ میں ایسی اشیاء جو گرم کرنے پر پھٹک جائیں اور سرمہ بن جائیں۔ پہلے گروہ میں گندھک، سنکھیا، پارہ اور نوشادر شامل ہیں۔ جابر کیمیا کے متعدد امور پر قابل قدر نظری و تجرباتی معلومات رکھتا تھا۔ اس کا یہ نظریہ تھا کہ زمین پر وجود میں آنے والی اشیاء سیاروں اور ستاروں کے اثر کا نتیجہ ہیں۔

جابر نے کئی کیمیاوی مرکبات مثلاً لیڈ کاربونیٹ، آرسنیک سلفائڈ، اور الکحل کو خالص تیار کیا۔ اس نے الکحل، شورے کے تیزاب و نائٹرک ایسڈ اور نمک کے تیزاب ہائیڈرو کلورک ایسڈ اور فاسفورس سے دنیا کو پہلی بار روشناس کرایا۔ اس نے دو عملی دریافتیں بھی کیں۔ ایک تکلیس کشتہ کرنا یعنی آکسائیڈ بنانا اور دوسرے تحلیل یعنی حل کرنا۔

کیمیا کے فنی استعمال پر اس کے تجربات بہت اہم ہیں۔ مثلاً فولاد کی تیاری، پارچہ بافی اور چرم کی رنگائی، لوہے کا زنگ سے محفوظ رکھنا۔ شیشے کو رنگین بنانا۔ سونے سے ایسٹک ایسڈ بنانا وغیرہ۔

تیرہویں صدی کے بعد مسلمانوں کی تہذیب ماند پڑنا شروع ہوئی اور سولہویں صدی کے آتے آتے مسلمان سائنس سے بالکل بے تعلق ہو کر رہ گئے۔ تیرہویں صدی تک کے یہ چھ سو برس اسلامی تاریخ میں درخشاں ابواب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں نے بابل، شام، مصر، یونان، ہند، اور چین کے علوم و فنون کو نہ صرف عربی میں ڈھال کر آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا بلکہ اس میں قابل قدر اضافے بھی کیے۔

Admission-2004-05

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

ویب سائٹ : www.manuu.ac.in

نظامت فاصلاتی تعلیم

اعلان داخلہ۔ 2005 - 2004

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت 1998 کو ایک سنٹرل یونیورسٹی کی حیثیت سے قائم ہوئی۔ یونیورسٹی کا مقصد اُردو زبان کی ترویج وترقی' اُردو ذریعہ تعلیم سے روایتی اور فاصلاتی طریقوں کو اپناتے ہوئے پیشہ ورانہ اورفنی تعلیم وتربیت دینا ہے۔ اُردو ذریعہ تعلیم اور فاصلاتی طریقے سے درج ذیل کورسوں میں داخلے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں :

بی اے/ بی ایس سی/ بی کام سال اول (تین سالہ ڈگری کورس): **اهلیت**: ایسے اُمیدوار جنھوں نے کسی مسلمہ بورڈ/ ادارے/ یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ یا2+10 یا ان کے مساوی امتحان میں کسی بھی ذریعہ تعلیم سے کامیابی حاصل کی ہو۔ انٹرمیڈیٹ کے مماثل قرار دیئے گئے کورسوں کی فہرست پراسپکٹس میں شائع کی گئی ہے۔ خانہ پُری کی ہوئی درخواست -/800 روپے کورس فیس کے ساتھ وصول ہونے کی آخری تاریخ 14 اگست 2004ء ہے۔

ایسے اُمیدوار جنھوں نے انٹرمیڈیٹ یا2+10 یا ان کے مساوی امتحان کامیاب نہیں کیا ہو یا رسمی تعلیمی قابلیت نہ رکھنے والے اُمیدوار کو بی اے/ بی ایس سی/ بی کام میں داخلے کے لیے اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کرنی ہوگی۔ یہ امتحان 30 مئی 2004ء بروز اتوار یونیورسٹی کے اسٹڈی سنٹروں اور بعض دیگر مقامات پر منعقد ہوگا۔ اُمیدواروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ 31 جولائی 2004ء کو اپنی عمر کے 18 سال مکمل کر لیے ہوں۔ اہلیتی امتحان کے لیے خانہ پُری کی ہوئی درخواست مع رجسٹریشن فیس -/150 روپے وصول ہونے کی آخری تاریخ 07 مئی 2004ء ہے۔ اہلیتی امتحان کامیاب اُمیدواروں کے لئے داخلہ فارم داخل کرنے کی آخری تاریخ **14 اگست 2004ء** ہے۔

ٹیچ انگلش (ایک سالہ ڈپلومہ کورس): ایک سالہ ڈپلومہ کورس ٹیچ انگلش انگریزی کے اساتذہ کے لیے تیار کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی انگریزی (بولنے اور لکھنے) کی اہلیت میں اضافہ کرسکیں اور انگریزی کے بہتر استاد بن سکیں۔ یہ کورس اُردو ذریعہ تعلیم کے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھانے والے انگریزی اساتذہ کے لیے بطور خاص فائدہ مند ہے۔ ہندستان کی کسی یونیورسٹی سے کسی بھی مضمون میں گریجویشن کی تکمیل کیے ہوئے اُمیدوار اس کورس میں درخواست دینے کے اہل ہیں۔ خانہ پُری کی ہوئی درخواست -/800 روپے کورس فیس کے ساتھ وصول ہونے کی آخری تاریخ 14 اگست 2004ء ہے۔

چھ ماہی سرٹیفکیٹ پروگرام برائے اہلیت اُردو بذریعہ انگریزی' چھ ماہی سرٹیفکیٹ پروگرام برائے اہلیت اُردو بذریعہ ہندی

چھ ماہی سرٹیفکیٹ پروگرام برائے غذا اور تغذیہ : داخلہ کے لیے کسی رسمی تعلیمی قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے تمام اُمیدوار داخلے کے اہل ہیں جو اُردو پڑھ اور لکھ سکتے ہیں۔ البتہ اُمیدواروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ 31 جولائی 2004ء کو اپنی عمر کے 18 سال مکمل کر لیے ہوں۔ خانہ پُری کی ہوئی درخواست مع -/350 روپے کورس فیس وصول ہونے کی آخری تاریخ 14 اگست 2004ء ہے۔

چھ ماہی سرٹیفکٹ پروگرام برائے عملی انگریزی (Functional English): فنکشنل انگلش میں داخلہ کے لیے دسویں کامیاب اُمیدوار اہل ہیں۔ خانہ پُری کی ہوئی درخواست مع -/350 روپے کورس فیس وصول ہونے کی آخری تاریخ 14 اگست 2004ء ہے۔

چھ ماہی سرٹیفکٹ پروگرام برائے کمپیوٹنگ: ایسے اُمیدوار درخواست دینے کے اہل ہیں جنھوں نے کسی مسلمہ بورڈ/ ادارے/ یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ یا2+10 یا ان کے مساوی امتحان میں کامیابی حاصل کی ہو۔ خانہ پُری کی ہوئی درخواست مع -/1000 روپے کورس فیس وصول ہونے کی آخری تاریخ 14 اگست 2004ء ہے۔

یونیورسٹی اور اس کے پروگراموں سے متعلق تفصیلی معلومات پراسپکٹس میں فراہم کی گئی ہیں۔ کسی بھی کورس کے لیے پراسپکٹس مع درخواست فارم شخصی طور پر -/45 روپے یا بذریعہ ڈاک -/60 روپے نیچے دیئے گئے پتے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یونیورسٹی کے ریجنل اور اسٹڈی سنٹروں پر پراسپکٹس مع داخلہ فارم نقد رقم ادا کرنے پر دستیاب ہے۔ منی آرڈرز' پوسٹل آرڈرز اور چیکس قبول نہیں کیے جائیں گے۔ یونیورسٹی کسی پوسٹل تاخیر یا گمشدگی کی ذمہ دار نہیں ہے۔ بذریعہ ڈاک پراسپکٹس منگوانے کے لیے کسی قومیائے ہوئے بینک سے حاصل کردہ مطلوبہ رقم کا بینک ڈرافٹ **مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی** کے نام جو حیدرآباد میں قابل ادا ہو، صرف نیچے دیے گئے پتے پر ہی ارسال کریں۔ ڈرافٹ کے ساتھ ایک خط منسلک کریں جس میں کورس کی نشاندہی کریں اور پن کوڈ کے ساتھ اپنا مکمل پتہ تحریر کریں۔ پراسپکٹس اور درخواست فارم یونیورسٹی ویب سائٹ (www.manuu.ac.in) سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ داخلے سے متعلق معلومات فون نمبر 040-23006615 پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ڈائرکٹر، ڈسٹنس ایجوکیشن مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، گچی باؤلی حیدرآباد 032 500 (A.P)

رجسٹرار (انچارج)

عبداللہ جان

انٹی منی اور بسمتھ

دوری جدول میں آرسینک کے بعد اسی کالم میں دو بھاری عناصر، انٹی منی عنصر نمبر 51 اور بسمتھ عنصر نمبر 83 بھی ہیں۔ چونکہ یہ عناصر زمانہ قدیم سے جانے پہچانے عناصر میں سے ہیں، اس لیے ان کے ناموں کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں۔

انٹی منی چمکدار سفید رنگ رکھتا ہے اور اس کی کئی ایک بہروپی اشکال بھی ہیں۔ ایک بہروپی شکل سب سے انوکھی اور غیر قیام پذیر ہے۔ اسے دھماکہ خیز انٹی منی کہتے ہیں۔ اس کی خاصیت اس کے نام ہی سے عیاں ہے۔ اگر اسے کھرچا جائے تو یہ دھماکہ کر کے حرارت خارج کرتی ہے۔ یوں یہ ایک دوسری بہروپی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انٹی منی لیبارٹری میں تیار کی جاتی ہے اور قدرت میں دھماکہ خیز بہروپی شکل میں نہیں پائی جاتی ہے۔

اگرچہ انٹی منی اپنے نزدیکی عنصر آرسینک جیسی بری شہرت نہیں رکھتی مگر بعض صورتوں میں اس سے کم بھی نہیں۔ یہ سٹیبان نامی ایک مرکب بناتی ہے جس کے ایک مالیکیول میں انٹی منی کا ایک اور ہائیڈروجن کے تین ایٹم ہوتے ہیں۔ یہ بالکل آرسائن کی طرح ہوتا ہے۔ بس آرسینک ایٹم کی جگہ انٹی منی کا ایٹم لے لیتا ہے اور یہ آرسائن ہی کی طرح ایک خوفناک زہر ہے۔

قدیم مصری انٹی منی ٹرائی سلفائیڈ (جس کے ایک مالیکیول میں انٹی منی کے دو اور سلفر کے تین ایٹم ہوتے ہیں) کو بھوؤں کی پنسل کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہ 5000 سال قبل کی بات ہے۔ آج کل اس کا استعمال اتنے رومانی انداز میں نہیں ہوتا ہے۔ یہ فاسفورس ٹرائی سلفائیڈ ہی کی طرح آگ پکڑتا ہے لیکن زیادہ آسانی سے نہیں۔ معمولی رگڑ کے نتیجہ میں یہ آگ نہیں پکڑتا۔ تاہم ماچس کی ڈبیہ پر تیلی رگڑنے والی جگہ پر لگی ہوئی سرخ فاسفورس کی چنگاری اسے آگ پکڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

انٹی منی ان دھاتی عناصر میں سے ہے جو ٹائپ میٹل بنانے کے لئے آپس میں ملائے جاتے ہیں۔ ٹائپ میٹل نسبتاً کم نقطۂ پگھلاؤ رکھنے والی ایک بھرت (یعنی دھاتوں کا آمیزہ) ہوتی ہے۔ اگر اسے پگھلا کر کسی کھلے سانچے میں انڈیل دیا جائے اور ٹھنڈا ہو کر جمنے دیا جائے تو یہ بالکل سانچے کی شکل اپنا لیتی ہے۔ اگر اس سانچے کی شکل حروف تہجی کے کسی حروف کی طرح ہو تو ٹائپ میٹل یہی شکل اختیار کر لے گی۔ یوں ہمیں پرنٹنگ ٹائپ کا ایک حرف مل جاتا ہے۔ اگر اس قسم کے کئی ایک سانچے قطار میں لگا دئے جائیں اور پگھلی ہوئی ٹائپ میٹل کو ان کے اوپر انڈیل کر ٹھنڈا کیا جائے تو ہمیں ٹائپ کی ایک پوری سطر حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس سطر پر سیاہی لگا کر اسے کاغذ پر دباؤ کے ساتھ رکھا جائے تو یہ سطر کاغذ پر چھپ جاتی ہے۔

شاید آپ یہ سوچیں کہ یہ کام کم نقطۂ پگھلاؤ رکھنے والی کسی بھی دھات سے لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ زیادہ تر مائعات جمنے پر سکڑتے ہیں۔ ہر وہ مائع جو جمنے پر سکڑتا ہو، سانچے کے کناروں سے کھنچ جائے گا اور حتمی طور پر لفظ کی شکل واضح نہیں بنے گی۔ اس کے برعکس رد عمل رکھنے والے چند ایک مائعات میں ٹائپ میٹل کا شمار ہوتا ہے۔ یہ جمنے پر سکڑتی نہیں بلکہ پھیلتی ہے۔ غور کریں کہ مائع ٹائپ میٹل جمنے پر جونہی پھیلتی ہے تو سانچے کے ایک ایک کونے اور ایک ایک جھری تک پہنچ جاتی ہے۔ یوں ہمیں

لائٹ ھـــــاؤس

مکمل الفاظ حاصل ہوتے ہیں جو واضح اور نمایاں ہوتے ہیں۔

بسمتھ کو بھی دیگر عناصر کے ساتھ ملا کر کم نقطہ پگھلاؤ کی حامل اشیاء بنائی جاسکتی ہیں۔ اس صورت میں ہمارے مد نظر صرف کم نقطہ پگھلاؤ ہی ہوتا ہے۔ بعض آمیزے پانی کے نقطہ جوش سے بھی کم درجہ حرارت پر پگھلتے ہیں۔ ایسے آمیزے گداختنی بھرت کہلاتے ہیں (گداختنی سے مراد آسانی سے پگھلنے والا ہے) وڈز میٹل 71 درجے سینٹی گریڈ پر پگھلتی ہے اور ایک گداختنی بھرت ہے۔

ڈوز میٹل کو عملی طور پر مذاق کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس دھات سے بنائے گئے چمچ کو گرم چائے کے ساتھ مہمان کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جب مہمان چائے میں چمچ ہلا رہا ہو تو اسے باتوں میں مصروف رکھا جاتا ہے۔ اسے یہ دیکھنے نہیں دیا جاتا کہ چائے کی حرارت سے چمچ کا چائے میں ڈوبا ہوا سرا پگھل رہا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو چمچ کا دستہ ہوا میں گھماتے ہوئے پاتا ہے۔

گداختنی بھرتیں اہم فوائد کی حامل بھی ہوسکتی ہیں۔ انھیں خود کار چھڑکاؤ کے نظام میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بہت سی صنعتوں اور تجارتی مراکز میں اس قسم کے چھڑکاؤ کا بندوبست کیا جاتا ہے یہ آلات کام کرنے کے لیے بالکل تیار ہوتے ہیں اور انھیں صرف ایک اشارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں گداختنی بھرت سے بنے ہوئے پلگ لگے ہوتے ہیں جوں ہی ان کے قریب کسی بھی مقام پر آگ لگتی ہے تو حرارت سے یہ پلگ پگھل جاتے ہیں اور یوں چھڑکاؤ کا نظام زور و شور سے کام شروع کر دیتا ہے اور آگ آناً فاناً بجھ جاتی ہے۔

بسمتھ کا ایک گھریلو استعمال بسمتھ سب گیلیٹ کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اس مرکب کا مالیکیول قدرے پیچیدہ ہوتا ہے۔ اسے زخموں پر لگانے کے لیے جراثیم کش سفوف میں ملایا جاتا ہے۔ بسمتھ کے دیگر اسی قسم کے مرکبات معدے کی بد ہضمی دور کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

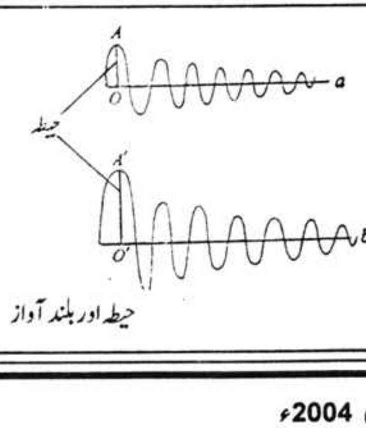
بہرام خان

بلند آواز

بلند آواز کا مطلب کیا ہے؟ اس کے جواب میں ہم عام طور پر یہی کہیں گے کہ اونچی یا طاقتور آواز، یا پھر آواز کی مقدار (Volume)۔ یہ آواز کی قوت کے ایسے داخلی احساسات کا نام ہے جسے ہمارے کان محسوس کرتے ہیں۔ یعنی آواز کوئی نظر آنے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے کانوں کو فقط سنائی دیتی ہے اور پھر ہم محسوس کرتے ہیں کہ کس قسم کی آواز ہے۔ کہاں سے آرہی ہے اور کتنی بلند یا نیچی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈرم، ڈھولک یا کانگو جب بڑے زور سے بجایا جاتا ہے تو اس میں سے بڑی بلند آواز پیدا ہوتی ہے۔ ہم تجربے سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آواز پیدا کرنے والے ذرائع جتنی زیادہ قوت سے تھرتھراتے ہیں اتنی ہی زیادہ بلند آواز پیدا کرتے ہیں۔

جب کوئی شئے تھرتھراہٹ کے دوران اپنی اصل پوزیشن سے ہٹتی ہے تو اس سے تھرتھراہٹ پیدا ہونے والی شدت کے فرق کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جب کوئی آواز پیدا کرنے والا مادّہ تھرتھراہٹ کے دوران اپنی اصل پوزیشن سے نقطۂ انتہا تک



حیطہ اور بلند آواز


سیتھواسکوپ

فاصلہ طے کرتا ہے تو اسے حیطہ کہتے ہیں۔ کسی بھی آواز پیدا کرنے والے مادّے کے حیطہ کے زیادہ ہونے کا مطلب ہے کہ آواز زیادہ پیدا ہو گئی ہے۔

جب ہم کسی بولنے والے شخص سے جتنا دور سے دور ہوتے جائیں گے اتنی ہی ہمیں اس کی آواز کم سے کم سنائی دے گی۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی کہ جتنی دور آواز سفر کرتی جائے گی اتنی ہی کمزور ہوتی جائے گی اور اس کی بلندی کم ہوتی جائے گی۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ جتنا آواز کے سفر کرنے کا فاصلہ بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی یہ پھیلتی جاتی ہے اور اسی وجہ سے کمزور سے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور دور سے کم سنائی دیتی ہے۔ اس لیے تو صحن میں ٹیلی ویژن بیٹھ کر دیکھا جائے یا ریڈیو سنا جائے تو اس کی آواز اِدھر اُدھر پھیل

جاتی ہے اور ہمیں کم سنائی دیتی ہے اور اگر اس ٹی وی کو چھوٹے سے کمرے میں رکھ دیا جائے تو ہلکی آواز بھی ہم بآسانی سن سکتے ہیں۔ کیونکہ آواز کو اِدھر اُدھر پھیلنے کے لیے جگہ کم ملتی ہے۔ اس لیے وہ کمرے تک ہی محدود رہتی ہے اور ہم بآسانی سن لیتے ہیں۔

ایک نالی کے ذریعے اگر آواز کے سفر کرنے کو مجتمع کرلیا جائے اور اس کے سفر کرنے کے فاصلے کو منتشر ہونے سے روک دیا جائے۔ (مختصر یہ کہ آواز کو کسی چیز میں بند کرکے اسے پھیلنے سے روک دیا جائے) تو آواز میں فقط ہلکی سی کمی سے یہ بہت دور تک سفر کرسکتی ہے اور اس کے باوجود یہ کم یا ہلکی نہیں ہوگی۔ اس کی ہم عام زندگی میں بہت سی مثالیں دے سکتے ہیں۔ جیسے کہ ڈاکٹر کا اسٹیتھو اسکوپ یا بحری جہاز میں لگا ہوا مکبر الصوت (Megaphone) ان دونوں میں لگے ہوئے دھات یا ربڑ کے پائپ کے اندر آواز سفر کرتی ہے اور پھیل نہیں سکتی۔ اس لیے ڈاکٹر مریض کے دل کی دھڑکن بآسانی سن سکتا ہے اور نسبتاً زیادہ صاف اور جہاز پر موجود آدمی مکبر الصوت پر ملنے والے حکم (جو اس کے نام ہو) بآسانی سن سکتا ہے۔ خواہ وہ اس سے کتنی دور ہی کیوں نہ بیٹھا ہو۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ مکبر الصوت آواز کو نالی (جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے) میں مجتمع کرلیتا ہے۔ اس لیے آواز سیدھی سفر کرتی ہوئی سامع تک پہنچ جاتی ہے۔

کیفیت (آواز)

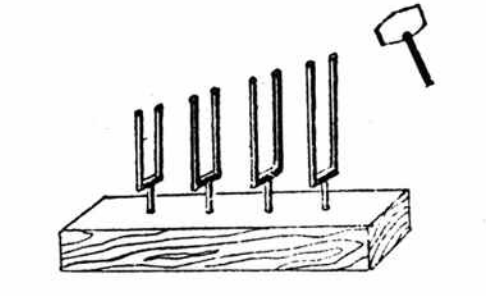
آواز کی کیفیت کو اکثر رنگِ لَے بھی کہا جاتا ہے۔ کیفیت آواز یا لَے کی خوبی اور کوالٹی میں فرق سے ہی ہم ایک دوسرے کی آوازوں میں موجود فرق کو پہچان سکتے ہیں۔ اب ہم تجربے سے لَے کی خاصیت بتائیں گے۔



بحری جہاز میں میگافون

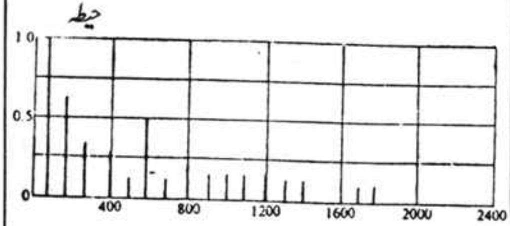
اس تجربے کے لیے ہم چند سُر پیدا کرنے والے دوشاخے لیتے/ہیں جن کا تعدد ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ ان کو کسی چیز میں پھنسا کر کھڑا کردیں جیسا کہ شکل میں دکھایا گیا ہے۔ جب ہم کسی چیز سے ہر ایک کو الگ الگ ضرب لگاتے ہیں تو ہم ان تمام میں سے یکساں تعدد رکھنے والی آواز سن سکتے ہیں اور چونکہ سُر پیدا کرنے والے دوشاخے کا تعدد ایک ہے اس لیے آواز میں سے سادہ لَے پیدا ہوتی ہے۔ سادہ آواز کو خالص آواز کہا جاتا ہے جو لوگوں کو یک رنگے احساس دیتی ہے۔ لیکن اگر دوشاخے (جو کافی تعداد میں ہوں) میں پیدا ہونے والی تھرتھراہٹ کے تعدد کسی ایک عدد صحیح کے مضاعفات ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے تعدد (جمع) علی الترتیب 60HZ، 120HZ، 180HZ، 220HZ ہیں تو جب ایک ہی وقت میں کم تعدد والے دوشاخے پر زوردار ضرب لگائی جائے گی اور زیادہ تعدد والے دوشاخے پر ہلکی ضرب لگائی جائے گی تو آواز کا ایک خوشگوار، خوبصورت اور اعلیٰ امتزاج سننے کو ملے گا اور یہ آواز ایسی ہی ہوگی جیسی کہ کم تعدد والے دوشاخے کو ضرب لگانے سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی بہت زیادہ سریلی آواز! دوشاخوں کے مجموعے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے پیچیدہ آواز کہا جاتا ہے۔ ان کے درمیان اونچی اور ہلکی آواز کو بنیادی لَے کہا جاتا ہے جو کسی پیچیدہ آواز کے تعدد کا تعین کرتی ہے۔ جبکہ دوسُروں کو اونچا سُر کہا جاتا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوگا کہ جتنے زیادہ ہارمونک کسی آواز میں موجود ہوں گے اتنی ہی خوشگوار آواز کانوں سے ٹکرائے گی۔

پیچیدہ آواز میں لَے کی کیفیت کا تعین ہارمونکز کی تعداد اور اس کے اجزاء میں فرق سے ہوتا ہے۔ اگر ایک پیچیدہ آواز میں اونچے سُروں کی بہت بڑی تعداد موجود ہوگی تو یہ آواز بلند، جاندار اور کم گہری ہوگی۔ لیکن اگر نیچے سُروں کی تعداد زیادہ ہوگی تو یہ



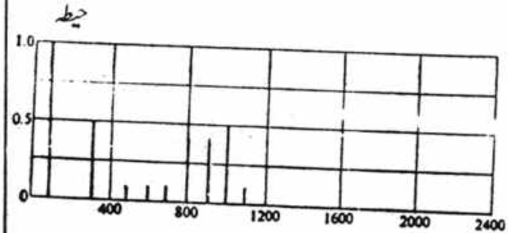
لَے کی کوالٹی کا تجربہ

آواز گہری، صحت منداور متاثر کردینے والی ہوگی۔ پیچیدہ آواز عموماً آلات موسیقی اور انسانی گلے سے نکلنے والی آواز کے حسین امتزاج کا نتیجہ ہے چونکہ ہر مختلف قسم کا ساز اور ہر مختلف قسم کی آواز کا باہم سنگم بھی مختلف ہی ہوتا ہے اور ان کے (ہارمونک) موسیقی کے اجزاء بھی منفرد ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم ہر گانے والے کی آواز اور آلات موسیقی سنتے وقت بآسانی تمیز کر سکتے ہیں کہ کون گارہا ہے اور کون کون سے ساز بج رہے ہیں۔ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ پیانو کی آواز، سولہ خالص آوازوں کی ترتیب کا نتیجہ ہے۔ (ایک بنیادی لے جو کہ 100 ہرٹس کی ہے اور پندرہ ہارمونکز (سُر) پیچیدہ آواز کے تمام اجزاء اس خاص پیچیدہ آواز کی طیف آواز یا آوازِ طیف کی شکل ہیں۔) طیفِ آواز کو عموماً ایک ڈایاگرام سے ظاہر کیا جاتا ہے جو



تعدد

100 ہرٹس کی آوازوالے الغوزے کا طیف



تعدد

100 ہرٹرس کی آوازوالے پیانو کا طیف

کہ شکل میں ظاہر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پیانو کی آواز کی طیف ایک سو ہرٹس ہے۔

شکل میں 100 ہرٹس کی آواز والے الغوزے کا طیف ظاہر کیا گیا ہے۔ طیف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس آواز (الغوزے کی آواز) دس خالص آوازوں کی ترتیب کا نتیجہ ہے۔ جس میں کہ ایک مرکزی لے اور نو موسیقی کے سُر (ہارمونکز) شامل ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ آلات موسیقی کے سُروں میں پیدا ہونے والی آواز گہری اور لطیف ہوتی ہے۔ اس لیے جب یہ بجائے جاتے ہیں تو بڑی خوبصورت آواز دیتے ہیں۔ تاہم ایک وائلن جس میں بڑی شاندار غیر معمولی اور وافر موسیقی کے سُر والی آواز پیدا ہو بہت کمیاب ہوگا اور عجوبہ سمجھا جائے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص جو کہ بہت گہری، لطیف اور خوبصورت آواز نکال کر گا سکے گا تو وہ بہت باصلاحیت گوّیا ہوگا اور ایسے باصلاحیت لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو بھی ہم عجوبہ کہیں گے یا ان کی آواز عجوبہ کہلائے گی۔

لائٹ ھاؤس

احمد علی۔ ممبئی

سائنس کوئز : 9

ہدایات:

(۱) سائنس کوئز کے جوابات کے ہمراہ "سائنس کوئز کوپن" ضرور بھیجیں۔ آپ ایک سے زائد حل بھیج سکتے ہیں بشرطیکہ ہر حل کے ساتھ ایک کوپن ہو۔ فوٹواسٹیٹ کئے گئے کوپن قبول نہیں کئے جائیں گے۔

(۲) کسی بھی ماہ میں شائع ہونے والی کوئز کے جوابات اُس سے اگلے ماہ کی دس تاریخ تک وصول کئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد والے شمارے میں درست حل اور ان کے بھیجنے والوں کے نام شائع کیے جائیں گے۔

(۳) مکمل درست حل بھیجنے والے کو ماہنامہ سائنس کے 12 شمارے، ایک غلطی والے حل پر 6 شمارے اور 2 غلطی والے حل پر 3 شمارے بطور انعام ارسال کئے جائیں گے۔ ایک سے زائد درست حل بھیجنے والوں کو انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا۔

(۴) کوپن پر اپنا نام، پتہ خوشخط اور مع پن کوڈ کے لکھیں۔ نامکمل پتے والے حل قبول نہیں کئے جائیں گے۔

1۔ ہندوستان میں "سائنس ڈے" (Science Day) ہر سال 28 رفروری کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کا تعلق کس سائنس داں سے ہے؟
(الف) آریہ بھٹ
(ب) برہم گپتا
(ج) سی وی رمن
(د) جے سی بوس

2۔ جاپان میں میناماٹا (Minamata) بیماری کس عنصر کی وجہ سے ہوئی تھی؟
(الف) یورینیم
(ب) کیڈمیم
(ج) آرسینک
(د) پارہ

3۔ ایک خلائی شٹل کو زمین سے فضا میں داغنا ہو تو درکار رفتار کیا ہوتی ہے؟
(الف) 15000km/hr
(ب) 22000km/hr
(ج) 40320km/hr
(د) 35000km/hr

4۔ دنیا میں سب سے زیادہ سخت ترین شئے کون سی ہے؟
(الف) لوہا
(ب) پہاڑ
(ج) ہیرا
(د) دھاتیں

5۔ مندرجہ ذیل میں کاربونک ایسڈ کون سا ہے؟
(الف) H_3CO_2
(ب) H_2CO_3
(ج) H_2CO_4
(د) H_2CO_5

6۔ پانی کن دو چیزوں سے مل کر بنتا ہے؟
(الف) ہائیڈروجن اور آکسیجن
(ب) کاربن اور آکسیجن
(ج) ہائیڈروجن اور کاربن
(د) سلفر اور آکسیجن

7۔ حیاتین (وٹامن) ڈی بڑھتے بچوں کے کس کام آتا ہے؟
(الف) یادداشت کو بڑھاتا ہے۔
(ب) جسم کی لمبائی کو بڑھاتا ہے۔
(ج) خون کو بڑھاتا ہے۔

(د) ہڈی اور دانت کو مضبوط کرتا ہے۔

8۔ وٹامن کی ایجاد کس سائنس داں نے کی تھی؟

(الف) دامن

(ب) فنک

(ج) نوبل

(د) نیوٹن

9۔ علوم وفنون کی ترقی کے لیے "بیت الحکماء" نامی ادارہ کی تعمیر کس خلیفہ نے کرائی تھی؟

(الف) الحکیم

(ب) مامون رشید

(ج) ہارون رشید

(د) سلیمان بن عبدالملک

10۔ وہ کون سی مصنوعی شئے ہے جس کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہے؟

(الف) ڈسکس(Discus)

(ب) کوڑا(Whip)

(ج) ہوائی جہاز

(د) ریسنگ کار

11۔ روشنی(Light) کے اجزاء کیا ہیں؟

(الف) ذرّات

(ب) لہریں

(ج) دونوں

(د) محض نور

12۔ انسانی بدن کا سب سے بڑا عضو (organ) کونسا ہے؟

(الف) جلد(Skin)

(ب) ہڈی

(ج) تلّی(Spleen)

(د) جگر(Liver)

13۔ وہ سیارہ جس پر سب سے طویل دن (طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک) ہوتا ہے؟

(الف) زہرہ(Venus)

(ب) پلوٹو

(ج) مشتری(Jupiter)

(د) یورینس

14۔ کن دوسیاروں کی جسامت یکساں ہے؟

(الف) مریخ(Mars)اور عطارد(Mercury)

(ب) زمین اور زہرہ(Venus)

(ج) پلوٹو اور نیپچون

(د) یورینس اور زحل(Saturn)

15۔ پروٹون کی کمیت(Mass) الیکٹران کی کمیت سے ـــــــ ہوتی ہے۔

(الف) کم

(ب) زیادہ

(ج) برابر

(د) ناقابلِ پیائش

صحیح جوابات: کوئز نمبر: 7

1۔ (الف)ایک

2۔ (ج)7

3۔ (ب)60kg

4۔ (الف)20kg

5۔ (د) مشتری

6۔ (ب)دو

7۔ (ب)5منٹ

8۔ (د) بحرالکاہل(Pacific)

9۔ (ج)8منٹ

10۔ (الف)مینڈل

11۔ (د) تھائمین

12۔ (ج)مرکزہ

13۔ (ب)ایک کیلوری

14۔ (ج)دل

15۔ (ج)ڈروسیرا

انعام یافتگان:

مکمل درست حل: کوئی نہیں۔

ایک غلطی والا حل:

شیراز احمد شان ولد علام محمد شان کلم کولگام اننت ناگ کشمیر۔192231

(آپ کو اسی پتے پر6شمارے اپریل سے ستمبر2004 تک روانہ کیے جائیں گے۔)

دو غلطی والا حل: (بذریعہ قرعہ اندازی)

محمد وجیہہ الحق، شبیر لاج کمرہ نمبر6، خدیجہ مسجد، شیر موہ۔ دربھنگہ۔846004

(آپ کو اسی پتے پر3شمارے اپریل سے جون2004 تک بھیجے جائیں گے۔)

صحیح حل بھیجنے والے دیگر شرکاء:

منہاج الدین ولد عبدالجلیل گاندھی چوک ناندیڑ، ابوجاوید میلا گرس کراس روڈ بنگلور (دو غلطی)

آفتاب احمد

الجھ گئے : 41

درست حل الجھ گئے قسط: 39

1۔ راشد میکانک ہے۔
2۔ کم از کم تین نمبروں: 17، 37 اور 46 کی ضرورت پڑے گی۔
3۔ وردہ امامہ کے بغل میں بیٹھے گی۔

درج ذیل نام دپتے ان افراد کے ہیں جنہوں نے درست حل ارسال کئے ہیں:

(1) ناصر الدین محمود ولد منظور الحق انصاری صاحب، نیوا ریکھیرا، پوسٹ کامٹی، ضلع ناگپور، مہاراشٹر-441002 (2) احسان الرحمٰن صاحب، مومن پورہ، دیول گھاٹ، ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر-443105 (3) ناظمہ نکہت جوکا کو صاحبہ، جوکا کو مینشن، عمر اسٹریٹ فورتھ کراس، بھٹکل-581320

اب ہم آپ کو الجھانے کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ ہمارا پہلا سوال کچھ اس طرح ہے:

(1) اس سوال کو آپ لوگوں نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ ایک بڑا مشہور سوال ہے ایک دلچسپ وصیت سے جڑا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک بوڑھے عرب کے تین بیٹے تھے، اس بوڑھے کے پاس 17 اونٹ تھے۔ جب بوڑھا مرنے لگا تو اس نے اونٹوں کے بٹوارے کے سلسلے میں اپنی وصیت کچھ اس طرح کی:

>> بڑے بیٹے کو کل اونٹوں کا 1/2 حصہ دیا جائے۔
>> بیچ والے کو کل اونٹوں کا 1/3 حصہ دیا جائے۔
>> سب سے چھوٹے والے کو کل اونٹوں کا 1/9 حصہ دیا جائے گا۔

بوڑھے کے مرنے کے بعد تینوں بیٹے فکر میں مبتلا ہو گئے کہ وہ اونٹوں کی تقسیم کس طرح کریں۔ اسی بات پر ایک دن وہ آپس میں تکرار کر رہے تھے۔ پاس ہی سے ایک اونٹ سوار جا رہا تھا۔ ان تینوں کی آواز سن کر وہ ان کے پاس آیا اور ان سے تکرار کی وجہ پوچھی۔ تینوں بھائیوں نے اپنی پریشانی اس شخص کو بیان کر دی۔ وہ آدمی دھیرے سے مسکرایا اور اس نے بڑی آسانی سے اس پریشانی کو حل کر دیا اور وہاں سے چلتا بنا۔ تینوں بھائی حیرانی سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

آپ بتا سکتے ہیں کہ اس شخص نے بوڑھے عرب کے بیٹوں کی پریشانی کو کس طرح حل کیا تھا؟

(2) کسی اسٹریٹ میں 1000 مکان ہیں۔ کسی شخص کو ان پر نمبر ڈالنے کے لئے ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ اس سے کہا گیا ہے کہ وہ 1 سے لے کر 1000 تک نمبروں کا استعمال کرے۔ آپ بتا سکتے ہیں وہ شخص اس کام میں کتنے صفر (Zero) کا استعمال کرے گا؟

(3) دیا گیا ہے:

>> اخلاق، شاگرد سے چھوٹا اور ذاکر سے بڑا ہے۔
>> کمال، حماد سے چھوٹا اور زاہد سے بڑا ہے۔
>> نہال، ببلو سے چھوٹا اور حماد سے بڑا ہے۔
>> گولڈن، جاوید سے چھوٹا اور راجو سے بڑا ہے۔
>> ببلو، ذاکر سے چھوٹا اور راجو سے بڑا ہے۔
>> بکر، ذاکر سے بڑا ہے۔

سب سے چھوٹا کون ہے؟

اپنے جواب ہمیں 10/ مئی 2004ء تک لکھ بھیجئے۔ درست حل بھیجنے والوں کے نام و پتے سائنس میں شائع کئے جائیں گے۔ اگر آپ کے پاس بھی ریاضی سے متعلق کوئی دلچسپ سوال ہو تو آپ اسے بھی لکھ بھیجیں۔ ہم اسے آپ کے نام اور پتے کے ساتھ شائع کریں گے۔ ہمارا پتہ ہے:

Ulajh Gaye : 41
Urdu Science Monthly
665/12, Zakir Nagar,
New Delhi-110025.
Email : aftab@touchtelindia.net

انٹگرل یونیورسٹی کا قیام

فرقہ پرستی، عدم مساوات اور بے روزگاری کے تابوت میں کیل

ادب و تہذیب کے گہوارہ شہر لکھنؤ (یوپی) میں موجودہ صوبائی حکومت نے جس انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹیکنولوجی کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کا اعلان کیا تھا بحمد اللہ اب وہ باقاعدہ یوپی اسٹیٹ کی پہلی مائنرٹی یونیورسٹی بن گئی ہے۔ یوپی حکومت نے باقاعدہ ایک بل اپنے دونوں ایوانوں (ودھان سبھا اور ودھان پریشد) سے 21/ فروری 2004ء تک چلنے والے سیشن میں حزب مخالف کی سخت مخالفت اور بحث جس میں جناب محمد اعظم خاں صاحب وزیر پارلیمانی امور اور وزیر اعلیٰ جناب ملائم سنگھ صاحب نے بحث کے جواب میں اس یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد اور انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹیکنولوجی، جس کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے، کی کارکردگی اور تفصیل بتلاتے ہوئے حزب مخالف کے بے محل اعتراضات اور خدشات کو رفع کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قطعی بے بنیاد ہیں اور آج بھی بغیر کسی مذہبی بھید بھاؤ کے پردیش کی ہر قوم و ملت کے بچے یہاں تعلیمی استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ بل کو "وائس ووٹ" سے پاس کرایا۔ اور اب اس بل کو عالی مقام گورنر صاحب یوپی کی منظوری بھی مل گئی ہے اور یہ بل انٹگرل یونیورسٹی ایکٹ کی شکل میں 27/ فروری 2004ء کو گزٹ بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹیکنولوجی اب منظور شدہ "دی انٹگرل یونیورسٹی" بن گیا ہے۔

اسلامک کونسل فار پروڈکٹو ایجوکیشن جس کے تحت یہ انسٹی ٹیوٹ اور یونیورسٹی قائم ہیں بہت ہی قابل مبارکباد ہے۔ یقیناً یہ حضرت مولانا علی میاں مرحوم کے دست مبارک سے رکھے گئے سنگِ بنیاد کی برکت و دعا نیز انسٹی ٹیوٹ کے ایگزیکیٹو ڈائرکٹر سید وسیم اختر صاحب و ان کی ٹیم کی ایمانداری، لگن اور اَن تھک کوشش کا ہی نتیجہ ہے جس نے چھ سات سال کی قلیل مدت میں ایک کالج کو یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دکھایا۔ قوم ان پر فخر کرتی ہے اور اپنی مبارکباد پیش کرتی ہے۔

یہ یونیورسٹی مائناریٹی کے پچاس فیصد بچوں کو داخلہ دینے کی مجاز ہوگی اور اب اپنی مرضی کے مطابق نئے کورسیز و سلیبس منظور شدہ و قبول شدہ اسٹینڈرڈ پر تیار کرے گی اور مذہبی عصبیت کا شکار بننے سے قابل قبول حد تک محفوظ رہے گی اور ہندوستانی اقلیتوں، خصوصاً ذہین مسلم بچوں خواہ وہ اندرونِ ملک یا بیرون ملک قیام پذیر ہوں، کے لیے ایک سنہری موقع فراہم کرے گی جس سے فائدہ اٹھا کر وہ ایک باقاعدہ منظور شدہ یونیورسٹی میں داخلہ لے سکیں گے اور اعلیٰ تکنیکی و غیر تکنیکی تعلیم کے لیے داخلہ کی بے جاد شواریوں سے جو وہ اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اٹھاتے ہیں نجات پاسکیں گے۔

امید کی جاتی ہے کہ یونیورسٹی کی انتظامیہ، اس کی تجربہ کار، ایماندار، فرض شناس اور پُر لگن فیکلٹی اپنے سابقہ ریکارڈ کی مانند بہترین نتائج پیش کرتی رہے گی اور قوم و ملت کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھتے ہوئے ان کے معیار کو بلند کرے گی اور اس غارِ ذلت سے نکالنے میں معاون ثابت ہوگی۔



انسائیکلوپیڈیا

زمین پر آسمان نیلا نظر آتا ہے جبکہ چاند پر آسمان کالا نظر کیوں آتا ہے؟

زمین پر جب سوج کی روشنی پڑتی ہے تو ہوا میں موجود ذرّات اس کو اس کے مختلف رنگوں میں بکھیر دیتے ہیں۔ نیلے رنگ کی روشنی سب سے زیادہ بکھرتی ہے اسی لیے آسمان ہم کو نیلا نظر آتا ہے۔ چاند پر کیونکہ ایسی کوئی فضا (ہوا) موجود نہیں ہے اس لیے سورج کی روشنی اپنے رنگوں میں نہیں بکھر پاتی اور اس کا آسمان کالا نظر آتا ہے۔

سبزیاں پکنے کے بعد نرم کیوں پڑ جاتی ہیں؟

سبزیوں کے خلیے آپس میں ایک دوسرے سے پیکٹن (Pectin) نامی گوند سے چپکے ہوتے ہیں۔ جب سبزیاں گرم کی جاتی ہیں تو پیکٹن ٹوٹ جاتا ہے اور خلیے آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سبزیاں پکنے کے بعد نرم پڑ جاتی ہیں۔

کیا وجہ ہے کہ کچھ آدمیوں کی آنکھیں نیلی اور دوسروں کی کتھئی یا کالی ہوتی ہیں؟

آنکھ کا رنگ آنکھ میں موجود ایک پرت آئرس (Iris) سے کنٹرول ہوتا ہے۔ یہ پرت مناسب مقدار میں روشنی اکٹھی کر کے صاف شبیہہ بناتی ہے۔ اس پرت میں میلانن پگمنٹ موجود ہوتا ہے جس سے آنکھ کالی یا بھوری دکھائی دیتی ہے۔ جب یہ پگمنٹ آئرس میں موجود نہیں ہوتا تو آنکھ پر پڑنے والی روشنی زیادہ بکھر جاتی ہے اور آنکھ ہمیں نیلی نظر آتی ہے۔

ایسی گاڑیاں جو بھڑک اٹھنے والا مادّہ لے کر چلتی ہیں ان کے دونوں طرف لوہے کی زنجیریں کیوں لٹکی ہوتی ہیں؟

جب گاڑیاں تیز رفتار سے چلتی ہیں تو ان پر ہوا کی رگڑ لگتی ہے جس کی وجہ سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ جب گاڑیوں میں بھڑک اٹھنے والی اشیاء موجود ہوتی ہیں تو ہوا کی رگڑ کی قوت کی وجہ سے ان میں بجلی پیدا ہوتی ہے اور آگ لگنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اسی لیے ان پر لوہے کی زنجیریں لٹکا دی جاتی ہیں جس سے ان میں پیدا ہوئی بجلی زمین میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور آگ لگنے سے بچا جا سکتا ہے۔

ہمیں گرمیوں میں پسینہ کیوں آتا ہے؟

جب ہمارے جسم کا درجۂ حرارت بڑھ جاتا ہے تو ہمارا جسم کھال میں موجود مخصوص غدود سے پسینہ خارج کرتا ہے۔ یہ پسینہ ہمارے جسم سے حرارت حاصل کر کے ابخارات بن کر اُڑ جاتا ہے اور نتیجتاً ہمیں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

آسمان نیلا کیوں نظر آتا ہے؟

سورج سے آنے والی روشنی ہوا میں موجود دھویں اور دھول کے ذرّات کی وجہ سے اپنے مختلف رنگوں میں بکھر جاتی ہے۔ سورج سے آنے والی روشنی میں نیلا رنگ سب سے زیادہ بکھرتا ہے اور لال رنگ سب سے کم۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نیلا رنگ سب سے زیادہ نظر آتا ہے اور ہمیں آسمان نیلا دِکھتا ہے۔

سائیکل کے ٹائر میں ہوا بھرنے سے پمپ گرم کیوں ہو جاتا ہے؟

جب ہم ٹائر میں ہوا بھرتے ہیں تو پمپ میں ہوا کے دباؤ کی وجہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے جس سے پمپ گرم ہو جاتا ہے۔

اُبھرتا اور ڈوبتا سورج لال کیوں نظر آتا ہے؟

سورج سے آنے والی روشنی دوپہر کی بہ نسبت صبح اور شام کو پچاس گنا زیادہ فاصلہ طے کرتی ہے۔ ہوا میں موجود دھویں اور دھول کے ذرّات سورج کی روشنی کو اس کے مختلف رنگوں میں نیلے رنگ کی روشنی سب سے زیادہ بکھرتی ہے اور لال رنگ کی روشنی سب سے کم۔ یہی وجہ ہے کہ صبح اور شام کے وقت نیلی روشنی ہم تک بہت کم پہنچتی ہے اور لال سب سے زیادہ۔ اسی لیے اُبھرتا اور ڈوبتا سورج ہمیں لال نظر آتا ہے۔

کیا کوئی پرندہ پتھر بھی کھاتا ہے؟

شتر مرغ ایسا پرندہ ہے جو پتھر کھاتا ہے اس کے علاوہ وہ لوہے کے ٹکڑے بھی کھاتا ہے۔ شتر مرغ کی غذا پودے اور بیج وغیرہ ہوتے ہیں مگر ان سب کو ہضم کرنے کے لیے شتر مرغ پتھر اور لوہے کے ٹکڑے کھاتا ہے۔

شتر مرغ کی کیا خاصیتیں ہیں؟

شتر مرغ دنیا کا سب سے بڑا پرندہ ہے جو عام طور پر افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کی اونچائی 8 فٹ اور وزن اوسطاً 130 کلوگرام ہوتا ہے۔ اس کے پَر چھوٹے ہوتے ہیں جن کی مدد سے شتر مرغ اُڑ نہیں پاتا۔ یہ سب سے تیز بھاگنے والا پرندہ ہے جو 85 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ سکتا ہے۔ شتر مرغ کا انڈا سب سے بڑا ہوتا ہے جس کی لمبائی 15 سے 18 سینٹی میٹر اور قطر 12 سے 15 سینٹی میٹر ہوتا ہے۔

ہماری دو آنکھیں کیوں ہوتی ہیں؟

جب ہم ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں تو ہمیں کسی بھی چیز کے صرف دو ابعاد (Dimensions) نظر آتے ہیں مگر جب ہم دونوں آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو ابعاد ثلاثہ یعنی لمبائی چوڑائی اور موٹائی تینوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح سے دو آنکھیں مل کر ہمیں اس قابل بناتی ہیں کہ ہم چیزوں کی جسامت، ساخت اور دوری کو اچھی طرح محسوس کر سکیں۔

گنجاپن کس وجہ سے ہوتا ہے؟

نسلی بیماری، عمر اور مردانہ جنسی ہارمون کی کمی تین خاص وجوہات ہیں جن کی وجہ سے گنجاپن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ داغ چھوڑنے والی جلدی بیماریاں زخم، پیدائشی طور پر بالوں کی بڑھوار میں کمی اور کیمیائی مادّوں کا بالوں پر رد عمل دوسری وجوہات ہیں جن کی وجہ سے گنجاپن ہوتا ہے۔

چین کی "عظیم دیوار" کیا ہے؟

چین کی عظیم دیوار دنیا کی سب سے بڑی دیوار ہے، جس کی لمبائی 2700 کلو میٹر ہے۔ اس کی اونچائی مختلف مقاموں پر 15 سے 30 فٹ تک ہے اور اس کی موٹائی 32 فٹ ہے۔ یہ تیسری صدی قبل مسیح میں بننی شروع ہوئی اور 15 سال میں مکمل ہوئی۔ یہ دیوار چین کو منگولوں کے حملوں سے بچانے کے لیے بنائی گئی تھی۔

مچھلیاں پانی کے اندر سانس کیسے لیتی ہیں؟

مچھلیوں کے جسم میں سانس لینے کے لیے گل (Gills) نام کے اعضاء ہوتے ہیں۔ سانس لینے کے لیے مچھلی کچھ پانی منہ میں بھرتی ہے۔ یہ پانی جب گل میں سے گزرتا ہے تو پانی میں گھلی ہوئی آکسیجن گل کے خلیوں میں جذب ہو جاتی ہے جسے بعد میں خون کے ساتھ ملا کر پورے جسم کے خلیوں تک پہنچادیا جاتا ہے۔ اور ان خلیوں میں بنی کاربن ڈائی آکسائیڈ خون کے ساتھ مل کر گل تک آتی ہے جہاں سے پانی میں گھل کر جسم کے باہر آجاتی ہے۔

دھول کیسے بنتی ہے؟

ٹھوس مادّوں کے ٹوٹنے سے، دھویں سے جو کہ لکڑی کوئلہ، پیٹرول وغیرہ کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے، آتش فشاں سے نکلی اور ریگستانوں کی ریت سے دھول بنتی ہے۔ کبھی کبھی زمین کی سطح کے ذرّات بھی ہوا میں دھول کی شکل اُڑتے رہتے ہیں۔

میزان

نام کتاب : تمباکو اور اسلام
نام مصنف : حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی
ناشر : جمعیۃ الاصلاح، جے پور (راجستھان)
پتہ : جمعیۃ الاصلاح، مان پور سڑوا، رام گڑھ روڈ، جے پور راجستھان
مبصر : ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی

تمباکو کے استعمال کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ ہے جس کے نتائج کے بارے میں ہر باشعور انسان متفکر ہے۔ مسلمان اسے شرعی اعتبار سے دیکھتا اور جائز ناجائز کے پیمانے پر تولتا ہے اور بالعموم اس کے استعمال کو ممنوع قرار دینے کا حامی ہے۔ جبکہ عام انسان اسے صحت کے لیے مضر سمجھتے ہوئے اس کے استعمال پر پابندی عائد کرنے کے خواہاں ہیں۔ سگریٹ کے پیکٹوں پر یہ تحریر کہ یہ صحت کے لیے مضر ہے، اسی فکر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اب سے کچھ عرصے پہلے تک تمباکو کے استعمال کے سلسلے میں محض اس بات پر اشتباہات تھے کہ چونکہ یہ ایک پودے کی دین ہے اس لیے اسے حرام قرار دینا مناسب نہیں تاہم اس کی گندگی کے پیش نظر اسے مکروہ سمجھا جانا چاہئے۔ یہ صورت حال بد قسمتی سے کسی حد تک آج بھی برقرار ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھی۔ آج تمباکو کے بارے میں ہماری معلومات بہت وسیع ہیں۔ ہمارے ماہرین کیمیا اس کے ایک ایک جز کا تفصیلی تجزیہ پیش کر چکے ہیں۔ اور اس سلسلے میں مختلف زبانوں میں تحقیقی مقالے بھی موجود ہیں جن کی موجودگی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ تمباکو بلاشبہ ایک مضر اور مہلک شئے ہے۔ زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب کا بیان بھی اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ ان کے بموجب تمباکو کے تفصیلی مطالعے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمباکو کے اندر 250 زہریلے مادّے موجود ہیں، ان میں سب سے بنیادی زہر نیکوٹین ہے۔ اس کا سب سے بُرا اثر دل کی دھڑکن اور ہائی بلڈ پریشر کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور دوسری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جیسے پھیپھڑے کا کینسر، حلق اور آنتوں اور گردوں کی بیماریاں، اس کے علاوہ (السر) معدے کا زخم اور اس کی وجہ سے اور دوسری بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

تمباکو اور اسلام کے مصنف مولانا حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب نے بلاشبہ اس کتاب کی تیاری میں بے حد عرق ریزی فرمائی ہے اور انتہائی محققانہ انداز سے مواد جمع کر کے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ جس کے لیے وہ قابل مبارکباد ہیں۔ آپ کی یہ تصنیف پانچ ابواب پر مشتمل ہے جس کے پہلے باب میں مصنف نے تمباکو کا علمی اور تاریخی پس منظر پیش کیا ہے جو تمباکو کے نام، اس کی ماہیئت وخواص، تاریخ عرب، مسلم ممالک اور برصغیر میں اس کی آمد کے علاوہ تمباکو کی طبی حیثیت اور اس کے استعمال کے خلاف رد عمل جیسے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ سائنسی اعتبار سے تمباکو کے مضر انجام سے لاعلم ہونے کے باوجود اولین دور کے حکماء اور صلحاء نے اس کے استعمال کی کس طرح مخالفت کی اور اس کے استعمال کرنے والوں کے خلاف سخت ترین سزائیں تک تجویز کر ڈالیں۔

باب دوئم میں مصنف نے تمباکو کی اباحت کے بیان میں مواد اکھٹا کیا ہے تاہم ایک حقیقت جو یہاں بھی پوری وضاحت سے سامنے آتی ہے وہ یہ کہ گو بعض احناف، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور سلفی علماء نے تمباکو کی حرمت کو صحیح قرار نہیں دیا ہے تاہم اس کی تعریف یا توضیح یہاں مفقود ہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی کے نزدیک جو حکم دواؤں کا ہے وہی اس کا ہے، یعنی جائز بلا کراہت مگر اس میں بدبو ہے سو مسجد میں جانے کے وقت منہ صاف کرے۔ مفتی محمد شفیع صاحب اباحت کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بلا

ضرورت پیئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور ضرورت میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔ منہ صاف کرنا بدبو سے ہر حال میں ضروری ہے۔ اباحت کی تائید کرنے والے شیخ احمد مالکی کے نزدیک تمباکو اس کے لیے حرام ہے جس کی عقل کو زائل کردے۔

باب سوئم میں تمباکو کی حرمت سے متعلق مباحث شامل کیے گئے ہیں اور یہاں بھی فاضل مصنف نے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی آراء کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حلب کے ایک عالم محمد بن عبداللہ نے رسول کریمؐ کا یہ حوالہ کہ ''جس نے مٹی کھائی اس نے خودکشی پر مدد کی'' دیتے ہوئے لکھا ہے کہ تمباکو نوشی مٹی کھانے سے کم نقصاندہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ نقصاندہ ہے اور جب عام طور پر تمام جسموں کے لیے اس کا مضر ہونا ثابت ہوچکا ہے تو اس کا استعمال بھی عموماً سارے بنی نوع انسان پر حرام ہوگا۔ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے نزدیک زردہ تمباکو کھانا پینا، اس کا منجن استعمال کرنا یا ناک میں اس کا سڑکنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی تجارت کرنا ٹھیک ہے۔

چوتھے باب میں مراکز افتاء اور دیگر اہم شخصیات کے فتاویٰ شامل ہیں اور آخری باب تمباکو کی اباحت کے دلائل کے مختصر جائزے سے بحث کرتا ہے تاہم بالآخر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ گو قرآن وحدیث سے حرمت ثابت نہیں لیکن چونکہ ہر معضر شئے ممنوع قرار دی گئی ہے اس لیے تمباکو کو بھی ممنوع الاستعمال تسلیم کرنے میں کوئی تردّد نہیں ہونا چاہئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی یہ کاوش یقیناً لائق ستائش ہے۔ خدا انھیں اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ توقع ہے کہ عوام میں اس کتاب کی عام طور پر پذیرائی کی جائے گی اور لوگ اس سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔



ردعمل

حکیم ظل الرحمٰن، دہلی

قرآنی آیات کی سائنسی نظریات پر تطبیق

ماہنامہ سائنس کہ جس کے ایڈیٹر جناب ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ ترین دینی مزاج بخشا ہے کے مختلف شماروں میں قرآنی آیات اور سائنسی نظریات پر درج ذیل مضامین شائع ہوئے ہیں۔

ماہ ستمبر 2003ء "قرآن حکیم اور موجودہ نظام شمسی" پروفیسر قمر اللہ خانصاحب گورکھپور۔

اکتوبر 2003ء "کائنات اور قرآن حکیم" پروفیسر قمر اللہ خانصاحب گورکھپور۔

نومبر 2003ء "وقت کی ابتداء۔ بگ بینگ اور قرآن حکیم" پروفیسر قمر اللہ خانصاحب، گورکھپور۔

دسمبر 2003ء "شہاب ثاقب قرآن کریم کی روشنی میں" نہال احمد محمد مصطفیٰ صاحب انصاری بھیونڈی۔

فروری 2004ء "مکہ مکرمہ ناف زمین ہے" ریحان انصاری صاحب بھیونڈی۔

مضامین بالا پر درج ذیل ردعمل رسالہ میں شائع ہوئے ہیں۔

اکتوبر 2003ء جناب مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی صفحہ 54

نومبر 2003ء حکیم ظل الرحمٰن، صفحہ 53 - 54

دسمبر 2003ء جناب پروفیسر قمر اللہ خانصاحب، جواب ردعمل نومبر صفحہ 49 - 50

جنوری 2004ء جناب ڈاکٹر فضل ن۔م۔احمد ریاض سعودی عرب، صفحہ 53 - 54

مندرجہ بالا مضامین، ردعمل، اور ردعمل کی وضاحتیں سب تخلیق کائنات کی تفصیل سے متعلق ہیں اور قرآنی آیات سے موجودہ سائنسی نظریات کی تطبیق کی گئی ہے۔

تحقیق کا یہ انداز کس حد تک مناسب ہے اس کا جواب ہمیں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ترجمان القرآن کے مقدمے میں ملتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام کا طریق استدلال یہ نہیں ہوتا کہ منطقی طریقہ پر نظری مقدمات ترتیب دیں۔ لیکن ہمارے مفسروں کے فلسفہ و منطق کے انہاک نے اس قابل ہی نہ رکھا کہ کسی حقیقت کو اس کی سیدھی سادی شکل میں دیکھیں اور قبول کرلیں۔ انھوں نے انبیاء کرام کے لیے بڑی فضیلت اس میں سمجھی کہ انھیں منطقی بنیادیں اور قرآن کی ساری عظمت اس میں نظر آئی کہ اس کی ہر بات ارسطو کی منطق کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلے۔ یہ آفت صرف طریقہ استدلال ہی میں پیش نہیں آئی بلکہ تمام گوشوں میں پھیلی۔

اسی تخم کے یہ بھی برگ وبار ہیں کہ سمجھا گیا کہ قرآن کو وقت کی تحقیقات علمیہ کا ساتھ دینا چاہئے۔ چنانچہ کوشش کی گئی کہ نظام بطلیموسی اس پر چپکایا جائے ٹھیک اسی طرح جس طرح آج کل کے دانش فروشوں کا طریقہ تفسیر یہ ہے کہ موجودہ علم ہیئت کے مسائل قرآن پر چپکائے جائیں۔ مثلاً قرآن کے طریقہ استدلال کو منطق جامہ یا جہاں کہیں کواکب آسمان و نجوم کے الفاظ آگئے ہیں یونانی علم ہیئت کے مسائل چپکانے لگنا۔

آجکل ہندوستان اور مصر کے بعض مدعیان اجتہاد و نظر نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ زمانہ حال کے اصول علم و ترقی، قرآن سے ثابت کیے جائیں یا جدید تحقیقات علمیہ کا اس سے استنباط کیا جائے۔ گویا قرآن صرف اس لیے نازل ہوا ہے کہ جو بات کوپرنیکس اور نیوٹن نے یا ڈارون نے اور ویلسن نے بغیر کسی الہامی کتاب کی فلسفیانہ اندیشوں کے دریافت کرلی اسے چند صدی پہلے



ردعمل

معموں کی طرح دنیا کے کان میں پھونک دے پھر وہ بھی صدیوں تک دنیا کی سمجھ میں نہ آئے یہاں تک کہ موجودہ زمانے کے مفسر پیدا ہوں اور تیرہ سو برس پہلے کے معمے حل فرمائیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی مندرجہ بالا تحریر کے بعد مجھے اس قدر کہنا ہے کہ ایسے تمام حضرات تخلیق کائنات اور اختتام کائنات پر قرآن کریم اور توریت کے باب پیدائش پر نظر ڈال لیں اور کوشش کریں کہ ان کی تحقیقات ان کی حدود سے تجاوز نہ کریں اب میں قرآن کریم اور توریت کے اقتباسات بابت پیدائش کائنات پیش کر رہا ہوں۔

1۔ توریت باب پیدائش آیت 1

☆ خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔

☆ خدا نے کہا پانیوں کے درمیان فضاء ہو تاکہ پانی پانی سے جدا ہو جائے۔ خدا نے فضا کو آسمان کہا۔ فضا کے نیچے کے پانی کو اوپر کے پانی سے جدا کیا۔

☆ خدا نے کہا آسمان کے نیچے کا پانی الگ جگہ جمع ہو تاکہ خشکی نظر آئے۔ خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہو گیا تھا اسے سمندر۔

☆ خدا نے کہا فلک پر نیر ہوں کے دن کو رات سے الگ کریں۔ وہ فلک پر انوار لیے ہوئے ہوں کہ زمین پر روشنی ڈالیں۔ خدا نے دو بڑے نیر بنائے ایک نیر اکبر کہ دن پر حکم کرے اور ایک نیر اصغر کہ رات پر حکم کرے اور اس نے ستاروں کو بھی بنایا اور فلک پر رکھا کہ زمین پر روشنی ڈالیں۔

☆ اور خدا نے کہا پانی جانداروں کو کثرت سے پیدا کرے اور پرندے زمین کے اوپر فضا میں اُڑیں۔

☆ اور خدا نے کہا زمین جانداروں کو ان کی جنس کے موافق چوپائے اور رینگنے والے جاندار اور جنگلی جانور ان کی جنس کے مطابق پیدا کرے۔

☆ پھر خدا نے کہا ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں اور وہ سمندر کی مچھلیوں۔ آسمان کے پرندوں اور چوپائیوں اور تمام زمین اور سب جانداروں پر جو زمین پر رینگتے ہیں اختیار رکھیں۔ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا نر ناری کو پیدا کیا اور ان کو بہت برکت دی۔

سو آسمان اور زمین اور ان کے کل لشکر کا بنانا چھ دن میں مکمل ہوا اور ساتویں دن کو برکت دی۔

اب قرآن مجید کی تفصیلات بھی ملاحظہ فرمالیں۔

☆ سورہ ہود۔ پارہ 12 رکوع 1، آیت 7

(ترجمہ) وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں

اور تھا اس کا عرش پانی پر۔

☆سورہ حم سجدہ۔ پارہ24۔ رکوع16، آیات 9-12

جس نے بنائی زمین دو دن میں اور رکھے اس میں پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس کے اندر خوراکیں یعنی چار دن میں یہ کام پورا ہوا۔ پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف وہ دھواں تھا پھر کر دیئے سات آسمان دو دن میں اور اتارا ہر آسمان کا حکم اور رونق دی ہم نے سب سے نیچے والے آسمان دنیا کو چراغوں سے اور محفوظ کر دیا۔ یہ بنایا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

☆پارہ21، سورہ لقمان، رکوع10، آیت10

بنائے آسمان بغیر ستون کے اور رکھ دیئے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے اور پھیلا دیئے اس میں سب طرح کے جانور۔

☆پارہ23، سورہ یٰسین۔ رکوع4، آیات 81

جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے۔

☆پارہ17، سورہ انبیاء، رکوع3، آیت30

آسمان اور زمین منہ بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔

☆سورہ الصّٰفّٰت رکوع5 پارہ23، آیت6

ہم نے زینت بخشی آسمان دنیا کو ستاروں سے۔

تصویر کا دوسرا رخ قیامت ہے جس کے ثبوت کے لیے لوگ سائنسی دلائل پیش کر رہے ہیں کہ اوزون ختم ہو رہا ہے۔

ردعمل

زمین کی سطح گھٹ رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم قیامت کا قرآنی تصور پیش کر رہے ہیں۔

پارہ24، سورہ زمر، رکوع4 آیت67

اور پھونکا جائے گا صور۔ پھر بے ہوش ہو جائیں گے سب جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں سوائے اس کے کہ جس کو اللہ نہ چاہے۔ پھر پھونکا جائے گا صور تو فوراً اٹھ کھڑے ہو جائیں گے۔

پارہ29۔ رکوع5۔ سورہ حاقہ۔ آیت13

جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا اور اٹھائی جائے گی زمین اور پہاڑ اور کوٹ دیئے جائیں گے ایک بار پھر اس دن ہو پڑے گی پڑنے والی (قیامت) اور پھٹ جائے گا آسمان اور وہ بکھر رہا ہوگا اور فرشتے ہوں گے کناروں پر اٹھائیں گے تخت تیرے رب کا۔

پارہ27۔ رکوع8، سورہ: طور۔ آیت9

جس دن لرزے گا آسمان کپکپا کر اور پھر ننگے پہاڑ اُڑتے ہوئے۔

آثار قیامت میں سب سے آخری واقعہ یہ ہوگا کہ سورج غروب ہونے کے بعد پھر ایک بار مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور ایک نیزہ بلند ہو کر پھر غروب ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے اور کسی کا ایمان لانا قبول نہیں ہوگا اور



ردعمل

پہلے صور پھونکے جانے پر تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور دوسرے صور پھونکے جانے پر تمام دنیا کے لوگ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک کے لوگ زندہ ہو جائیں گے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر باہر آجائیں گے۔ جلائے لوگوں کے ذرّات اکھٹے ہو کر جسم اختیار کر جائیں گے اور میدان حشر میں سب اپنے اپنے نامہ اعمال کے ساتھ خدا کے حضور میں میزان انصاف پر حاضر ہوں گے۔ یہی ہے اختتام دنیا کا اسلامی تصور۔ جوایک کن فیکون کے ذریعہ عمل میں آئیگا نہ کہ بتدریج ارتقائی طور پر۔

لہٰذا ہمارا یہ طرز عمل کہ موجودہ سائنسی نظریات جو کل کی تحقیق پر قابل تبدیل ہیں کی تطبیق قرآنی آیات سے کریں۔ قرآن کریم نے آپ کو صرف اشارے دیئے ہیں تاکہ ہمارے لیے تحقیق کے میدان فراہم ہو جائیں لیکن یہ حقیقت درست نہیں ہے کہ ان اشاروں پر جو تحقیق ہم کریں وہی قطعی اور فائنل ہو۔ یہ میں نے اپنے ردعمل کے دوسرے حصہ میں لکھا ہے کہ کل فی فلک یسبحون کی تحقیق غیر تشفی بخش ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ نظریہ سر سید احمد خان یہ ہے کہ ہر چیز کو اسباب اور دلیل کے ساتھ قبول کرو۔ یہ درست نہیں ہے۔ ایمان بالغیب کے تقاضے یہ ہیں کہ اس میں صرف یہ تحقیق کافی ہے کہ وہ چیز ہمیں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچی ہے اور اگر یہ تصدیق ہو جائے تو پھر اس کو قطعی یقین کی منزل دینا ہی اصل ایمان ہے۔ اس کے لیے کوئی دلیل ہماری سمجھ میں آتی ہو یا نہ آتی ہو۔ دلائل کی بنیاد پر ماضی میں فرقہ خوارج اور فرقہ معتزلہ پیدا ہوئے اور اسلام کے لیے خطرناک ثابت ہوئے۔ مثلاً قیامت کی تفصیل میں یہ صورت کہ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے غیر مدلل ہے۔ سر سید نے فرعون کی غرق آبی اور موسیٰ کے پار اترنے کو بجائے کسی معجزہ کے مدوجذر سے تعبیر کر دیا۔ ہمارے ماضی کے بعض فلسفی کسی معجزے کے وجود کے قائل ہی نہیں یعنی وہ خدائی قدرت کن فیکون پر ایمان نہیں لاتے۔

خریداری / تحفہ فارم

اُردو سائنس ماہنامہ

میں "اردو سائنس ماہنامہ" کا خریدار بننا چاہتا ہوں / اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں / خریداری کی تجدید کرانا چاہتا ہوں (خریداری نمبر ....) رسالے کا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں۔ رسالے کو درج ذیل پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک / رجسٹری ارسال کریں:

نام .... پتہ ....

.... پن کوڈ ....

نوٹ:

1۔ رسالہ رجسٹری ڈاک سے منگوانے کے لیے زرِ سالانہ =/360 روپے اور سادہ ڈاک سے =/180 روپے ہے۔

2۔ آپ کے زر سالانہ روانہ کرنے اور ادارے سے رسالہ جاری ہونے میں تقریباً چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد ہی یاددہانی کریں۔

3۔ چیک یا ڈرافٹ پر صرف " URDU SCIENCE MONTHLY " ہی لکھیں۔ دہلی سے باہر کے چیکوں پر =/50 روپے زائد بطور بنک کمیشن بھیجیں۔

پتہ : 665/12 ذاکر نگر، نئی دھلی .110025

ضروری اعلان

بینک کمیشن میں اضافے کے باعث اب بینک دہلی سے باہر کے چیک کے لیے =/30 روپے کمیشن اور =/20 روپے برائے ڈاک خرچ لے رہے ہیں۔ لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ اگر دہلی سے باہر کے بینک کا چیک بھیجیں تو اس میں =/50 روپے بطور کمیشن زائد بھیجیں۔ بہتر ہے رقم ڈرافٹ کی شکل میں بھیجیں۔

ترسیلِ زر وخط وکتابت کا پتہ : 665/12 ذاکر نگر، نئی دھلی۔110025

پتہ برائے عام خط وکتابت : ایڈیٹر سائنس پوسٹ باکس نمبر 9764
جامعہ نگر، نئی دھلی۔110025

سائنس کوئز کوپن

نام ....
تعلیم ....
خریداری نمبر (برائے خریدار) ....
اگر دُکان سے خریدا ہے تو دکان کا پتہ ....
مشغلہ ....
گھر کا پتہ ....
پن کوڈ .... فون نمبر ....
اسکول / دُکان / آفس کا پتہ ....
پن کوڈ ....

سوال جواب کوپن

نام ....
عمر ....
تعلیم ....
مشغلہ ....
مکمل پتہ ....
....
....
پن کوڈ .... تاریخ ....

کاوش کوپن

نام .... عمر ....
کلاس .... سیکشن ....
اسکول کا نام و پتہ ....
....
پن کوڈ ....
گھر کا پتہ ....
....
پن کوڈ ....
تاریخ ....

اونر، پرنٹر، پبلشر شاہین نے کلاسیکل پرنٹرس 243 چاوڑی بازار، دہلی سے چھپوا کر 665/12 ذاکر نگر نئی دہلی۔110025 سے شائع کیا .... بانی و مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئی صدی کا عہد نامہ

آیئے ہم یہ عہد کریں کہ اس صدی کو ہم اپنے لیے

''تکمیل علم صدی''

بنائیں گے...... علم کی اس غیر حقیقی اور باطل تقسیم کو ختم کر دیں گے جس نے درسگاہوں کو ''مدرسوں'' اور ''اسکولوں'' میں بانٹ کر آدھے ادھورے مسلمان پیدا کیے ہیں۔

آیئے عہد کریں کہ نئی صدی مکمل اسلام اور مکمل علم کی صدی ہوگی

ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی سطح پر یہ کوشش کرے گا کہ ہم خود اور ہماری سرپرستی میں تربیت پانے والی نئی نسل بھی مکمل علم حاصل کر سکے...... ہم ایسی درسگاہیں تشکیل دیں گے کہ جہاں اسکولی سطح تک مکمل علم کی تعلیم ہو اور جہاں سے فارغ ہونے والا طالب علم حسب منشا علم کی کسی بھی شاخ میں، چاہے وہ تفسیر، حدیث یا فقہ ہو، چاہے الیکٹرانکس، میڈیسن یا میڈیا ہو، تعلیم جاری رکھ سکے گا۔

آیئے ہم عہد کریں کہ

مکمل علم و تربیت سے آراستہ ایسے مسلمان بنیں گے اور تیار کریں گے کہ جن کے شب و روز محض چند ارکان پر نہ ٹکے ہوں بلکہ وہ ''پورے کے پورے اسلام میں ہوں'' تا کہ حق بندگی ادا کرتے ہوئے دنیا میں وہی کام کریں جن کے واسطے ان کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی وہ خیرِ امّت جس سے سب کو فیض پہنچے۔

اگر ہم صدق دلی سے اور خلوص نیت سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کی غرض سے یہ قدم اٹھائیں گے تو انشاء اللہ یہ نئی صدی ہمارے لیے مبارک ہوگی۔

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

URDU **SCIENCE** MONTHLY APRIL 2004
665/12 Zakir Nagar New Delhi - 110025
RNI Regn. No . 57347/94 Postal Regn. No .DL 11337/2004-5. Licence to Post Without Pre-payment at New Delhi P.SO New Delhi 110002
Posted on 1st & 2nd of every month. Licence No .U(C)180/2004-5. Annual Subscription: Ordinary Post-Rs.180/=,Regd.Post-Rs.380/=